لُقۡمَـٰن Luqman

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

The Surah has been named *Luqman* after *Luqman* the Sage, whose admonitions to his son have been related in Ayats 12-19 of this Surah.

Period of Revelation

A perusal of the subject matter shows that it was revealed in the period when persecution to suppress and thwart the invitation to Islam had begun and every sort of machination had started being employed for the purpose. This is borne out by Ayats 14-15, in which the young converts to Islam have been told that although the rights of the parents are

the uppermost after God, they should not listen to them if they prevented them from accepting Islam, or compelled them to revert to the creed of shirk and polytheism. The same thing has been said in Surah Al-Ankabut, which indicates that both these Surahs were sent down in the same period. A study of the style and subject matter of the two Surahs on the whole, however, shows that Surah Luqman was sent down earlier, for one does not see any sign of the antagonism in its background though, contrary to this, while studying Surah Al-Ankabut one can clearly feel that the Muslims were being severely persecuted during the period of its revelation.

Theme and Subject matter

In this Surah the people have been made to understand the meaninglessness and absurdity of shirk as compared to the truth and reasonableness of *Tauhid*. They have been invited to give up blind imitation of their forefathers, and think with a cool mind the teachings which the Muhammad (peace be upon him) is presenting from the Lord of the worlds, and see with open eyes the manifest signs found in the universe around them and in their own selves, which bear evidence to its truth.

In this connection, it has also been pointed out that this is not a new teaching which might have been presented in the world, or in the land of Arabia, for the first time, and with which the people might be unfamiliar. The learned and wise people of the past ages said and taught the same thing which Muhammad (peace be upon him) is teaching today. It is as if to say, "O people! In your own country there has

lived a wise man, named Luqman, whose wisdom has been well known among you, whose proverbs and wise sayings are cited in your daily conversation and who is often quoted by your poets and orators. Now you should see for yourselves what creed and what morals he used to teach."

نام

اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں وہ نصیحتیں نقل کی گئی ہیں جو لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ اسی مناسبت سے اس کا نام لقمان رکھا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

اس کے مضامین پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ اس زمانے میں نازل ہوئی ہے جب اسلامی دعوت کو دبانے اور روکنے کے لے جبر و ظلم کا آغاز ہو چکا تھا اور ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے جانے لگے تھے لیکن ابھی طوفانِ مخالفت نے پوری شدت اختیار نہ کی تھی۔ اس کی نشان دہی آیت ۱۴۔۱۵ سے ہوتی ہے جس میں نئے نئے مسلمان ہونے والے نوجوانوں کو بتایا گیا ہے کہ والدین کے حقوق تو بے شک خدا کے بعد سب سے اہم ہیں لیکن اگر وہ شرک کی طرف بلائیں تو انکی بات نہ مانو۔یہی بات سورۃ العنکبوت میں بھی ارشاد ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سورتیں ایک ہی دَور میں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن دونوں کے مجموعی انداز بیان اور مضمون پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سورۃ لقمان پہلے نازل ہوئی ہے، اس لیے کہ اس کے پس منظر میں کسی شدید مخالفت کا نشان نہیں ملتا، اور اس کے برعکس سورۂ عنکبوت کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے نزول کے زمانہ میں مسلمانوں پر سخت ظلم و ستم ہو رہا تھا۔

موضوع و مضمون

اس سورۃ میں لوگوں کو شرک کی لغویت و نا معقولیت اور توحید کی صداقت و معقولیت سمجھائی گئی ہے، اور انہیں دعوت دی گئی ہے کہ باپ دادا کی اندھی تقلید چھوڑ دیں، کھلے دل سے اس تعلیم پر غور کریں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم خداوندِ عالم کی طرف سے پیش کر رہے ہیں، اور کھلی آنکھوں سے دیکھیں کہ ہر طرف کائنات میں اور خود ان کے اپنے نفس میں کیسے کیسے صریح آثار اس کی سچائی پر شہادت دے رہے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ کوئی نئی آواز نہیں ہے جو دنیا میں یا خود دیارِ عرب میں پہلی مرتبہ ہی اٹھی ہو اور لوگوں کے لیے بالکل نامانوس ہو۔ پہلے بھی جو لوگ علم و عقل اور حکمت و دانائی رکھتے تھے وہ یہی باتیں کہتے تھے جو آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں۔ تمہارے اپنے ہی ملک میں لقمان نامی حکیم گزر چکا ہے جس کی حکمت و دانش کے افسانے تمہارے ہاں مشہور ہیں، جس کی ضرب الامثال اور جس کے حکیمانہ مقولوں کو تم اپنی گفتگوؤں میں نقل کرتے ہو، جس کا ذکر تمہارے شاعر اور خطیب اکثر کیا کرتے ہیں۔ اب خود دیکھ لو کہ وہ کس عقیدے اور کن اخلاقیات کی تعلیم دیتا تھا۔

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
1. Alif. Lam. Mim.	الٓمّٓ۔	الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾
2. These are revelations of the wise Book. *1	یہ ہیں آیات پر حکمت کتاب کی۔ *1	تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۙ ﴿۲﴾

*1 That is, verses of the Book which is full of wisdom and whose every teaching is based on wisdom.

*1 یعنی ایسی کتاب کی آیات جو حکمت سے لبریز ہے، جس کی ہر بات حکیمانہ ہے۔

3. A guidance and a mercy for the righteous people. *2	ہدایت اور رحمت نیکوکاروں کے لئے۔ *2	ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ ﴿۳﴾

*2 That is, these verses give guidance to the right way and have been sent down as a mercy from God. But the people who can profit by this mercy and guidance are only those who adopt a righteous attitude, who wish to become good, who crave for their own well being, whose quality is that they avoid the evil when they are warned of it, and follow

the good when they are shown the ways to it. As for the wicked and mischievous people, they will neither profit by this guidance nor receive any share from this mercy.

*2 یعنی یہ آیات راہِ راست کی طرف رہنمائی کرنے والی ہیں اور خدا کی طرف سے رحمت بن کر آئی ہیں، مگر اس رحمت اور ہدایت سے فائدہ اُٹھانے والے صرف وہی لوگ ہیں جو حسنِ عمل کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، جو نیک بننا چاہتے ہیں، جنہیں بھلائی کی جستجو ہے، جن کی صفت یہ ہے کہ برائیوں پر جب انہیں متنبہ کر دیا جائے تو ان سے رُک جاتے ہیں اور خیر کی راہیں جب ان کے سامنے کھول کر رکھ دی جائیں تو ان پر چلنے لگتے ہیں۔ رہے بدکار اور شرپسند لوگ تو وہ نہ اس رہنمائی سے فائدہ اٹھائیں گے نہ اس رحمت میں سے حصہ پائینگے۔

4. Those who establish the prayer and give the poor-due and those, in the Hereafter, they have faith with certainty. *3	وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں نماز اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور وہی ہیں آخرت پر جو یقین رکھتے ہیں۔ *3	الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾

*3 It does not mean that the righteous people bear only these three qualities. By using the common epithet of righteous for them, it has been pointed out that they refrain from all those evils which this Book forbids and practice all those good things which this Book enjoins. Then, the three qualities of the righteous person have been especially mentioned in order to show that all other good acts depend on these three things. They establish the Salat which engenders God worship and piety as a permanent habit with them. They pay the Zakat which strengthens the spirit of sacrifice in them, subdues the love of the world and arouses a desire for the goodwill of Allah. And they believe in the Hereafter, which instills the sense of responsibility

and answerability. This does not allow them to live like an animal which is free to graze at will in the pasture, but allows a man who is fully conscious of the fact that he is not independent but the slave of a Master before Whom he is answerable for all his activities of life. Owing to these three qualities, these righteous people are not the kind of the righteous persons who happen to do good just by chance, who may commit evil as often and as freely as they would do good. Contrary to this, these qualities inculcate in them an enduring system of thought and morality owing to which goodness issues forth from them in a regulated and systematic manner, and the evil, if at all committed, is committed just by chance. They do not have any deep-rooted motives, which might be arising from their own system of thought and morality and leading them on to the evil way under their own nature impulse.

*3 یہ مراد نہیں ہے کہ جن لوگوں کو ''نیکو کار'' کہا گیا ہے وہ بس ان ہی تین صفات کے حامل ہوتے ہیں ۔ دراصل پہلے ''نیکو کار'' کا عام لفظ اِستعمال کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا کہ وہ اُن تمام برائیوں سے رُکنے والے ہیں جن سے یہ کتاب روکتی ہے ، اور اُن سارے نیک کاموں پر عمل کرنے والے ہیں جن کا یہ کتاب حکم دیتی ہے ۔ پھر اُن ''نیکو کار'' لوگوں کی تین اہم صفات کا خاص طور پر ذکر کیا گیا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ باقی ساری نیکیوں کا دارومدار اِن ہی تین چیزوں پر ہے ۔ وہ نماز قائم کرتے ہیں ، جس سے خدا پرستی و خدا ترسی ان کی مستقل عادت بن جاتی ہے ۔ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں ، جس سے ایثار و قربانی کا جذبہ ان کے اندر مستحکم ہوتا ہے ، متاعِ دُنیا کی محبت دبتی ہے رضائے اِلٰہی کی طلب اُبھرتی ہے ۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ، جس سے ان کے اندر ذمہ داری و جواب دہی کا احساس اُبھرتا ہے ، جس کی بدولت وہ اُس جانور کی طرح نہیں رہتے جو چراگاہ میں چھوٹا پھر رہا ہو ، بلکہ اس انسان کی طرح ہو جاتے ہیں جسے یہ شعور حاصل ہو کہ میں خود مختار نہیں ہوں ، کسی آقا کا بندہ ہوں اور اپنی ساری کارگزاریوں پر اپنے آقا کے سامنے جواب دہی کرنی ہے ۔ اِن

تینوں خصوصیات کی وجہ یہ ''نیکوکار''، اُس طرح کے نیکو کار نہیں رہتے جن سے اِتفاقاً نیکی سرزد ہو جاتی ہے اور بدی بھی اُسی شان سے سرزد ہو سکتی ہے جس شان سے نیکی سرزد ہو سکتی ہے ۔ اس کے برعکس یہ خصوصیات اُن کے نفس میں ایک مستقل نظام فکر و اخلاق پیدا کر دیتی ہیں جس کے باعث ان سے نیکی کا صدور باقاعدہ ایک ضابطہ کے مطابق ہوتا ہے اور بدی اگر سرزد ہوتی بھی ہے تو محض ایک حادثہ کے طور پر ہوتی ہے ۔ کوئی گہرے محرکات ایسے نہیں ہوتے جو اُن کے نظامِ فکر و اخلاق سے اُبھرتے اور ان کو اپنے اقتضائے طبع سے بدی کی راہ پر لے جاتے ہوں۔

أُولَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمۡ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ٥	یہی ہیں ہدایت پر اپنے رب کیطرف سے اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہیں۔ *4	5. Those are on guidance from their Lord, and it is those, who are the successful. *4

*4 At the time when these verses were sent down, the disbelieves of Makkah thought, and said so openly, that Muhammad (peace be upon him) and those who accepted his message were wasting and ruining their lives. Therefore, it was stated with full force and emphasis: “Those are the ones who will be successful.” That is, they will not ruin themselves as you seem to think in your ignorance, but they in fact are the ones who alone will attain true success, and the utter failures will be those who have refused to adopt this way.

Here the one who regards true success as confined to the world, in the sense of material prosperity, will be fully missing the Quranic concept of it. To understand the real concept of the true success one should study the following verses of the Quran along with the relevant E.Ns: Surah Al-Baqarah: Ayats 2-5, Surah Aal-Imran: Ayats 102, 130, 200,

Surah Al-Maidah: Ayats 35, 90, Surah Al-Anaam: Ayat 21, Surah Al-Aaraf; Ayats 7, 8, 157, Surah At-Taubah: Ayat 88, Surah Yunus: Ayat 17, Surah An-Nahl: Ayat 116, Surah Al-Hajj: Ayat 77, Surah Al-Muminun: Ayat 117, Surah An-Nur: Ayat 51, Surah Ar-Rum: Ayat 38.

*4 جس زمانے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں اُس وقت کفارِ مکہ یہ سمجھتے تھے اور اعلانیہ کہتے بھی تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی دعوت کو قبول کرنے والے لوگ اپنی زندگی برباد کر رہے ہیں ۔ اِس لئے حصر کے ساتھ اور پورے زور کے ساتھ فرمایا گیا کہ ''یہی فلاح پانے والے ہیں''، یعنی یہ برباد ہونے والے نہیں ہیں جیسا کہ تم اپنے خیالِ خام میں سمجھ رہے ہو بلکہ دراصل فلاح یہی لوگ پانے والے ہیں اور اُس سے محروم رہنے والے وہ ہیں جنھوں نے اس راہ کو اختیار کرنے سے اِنکار کیا ہے ۔

یہاں قرآن کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے میں وہ شخص سخت غلطی کرے گا جو فلاح کو صرف اس دُنیا کی حد تک اور وہ بھی صرف مادّی خوشحالی کے معنی میں لے گا ۔ فلاح کا قرآنی تصوّر معلوم کرنے کے لئے حسب ذیل آیات کو تفہیم القرآن کے تشریحی حواشی کے ساتھ بغور دیکھنا چاہیے : البقرہ، آیات ۲ تا ۵ ۔ آل عمران، آیات ۱۰۲، ۱۳۰، ۲۰۰ ۔ المائدہ، آیات ۳۵، ۹۰ الانعام، ۲۱ ۔ الاعراف، آیات ۷، ۸، ۱۵۷ ۔ التوبہ، ۸۸ ۔ یونس، ۱۷ ۔ النحل، ۱۱۶ ۔ الحج، ۷۷ ۔ المومنون، ۱۱۷ ۔ النور، ۵۱ ۔ الروم، ۳۸ ۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَهۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ٭ۖ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ﴿۶﴾

اور لوگوں میں وہ ہے جو خریدلاتا ہے *5 بیہودہ باتیں *6 تاکہ گمراہ کرے اللہ کے راستے سے بغیر علم کے *7 اور بناتا ہے اسے مذاق ۔ *8 یہی لوگ ہیں جن کے لئے ہے عذاب ذلت والا ۔ *9

6. And among mankind is he who purchases *5 idle talks, *6 that he may mislead from the way of Allah without knowledge, *7 and takes it as mockery. *8 Those are, for them is a humiliating punishment. *9

*5 That is, on the one hand, there is this mercy and guidance sent down by Allah, of which some people are taking full advantage, and on the other hand, there are also some unfortunate people living side by side with the fortunate ones, who are adopting this sort of attitude as against the revelations of Allah.

*5یعنی ایک طرف تو خدا کی طرف سے یہ رحمت اور ہدایت آئی ہوئی ہے جس سے کچھ لوگ فائدہ اُٹھا رہے ہیں ۔ دوسری طرف انہی خوش نصیب انسانوں کے پہلو بہ پہلو ایسے بدنصیب لوگ بھی موجود ہیں جو اللہ کی آیات کے مقابلہ میں یہ طرز عمل اختیار کر رہے ہیں۔

*6 The words *lahv al-hadith* in the text imply such a thing as may allure and absorb a listener completely and make him heedless of everything else around him. Lexically, there is nothing derogatory in these words, but in custom and usage they apply to evil and useless and vain things, such as gossip, nonsensical talk, joking and jesting, legends and tales, singing and merry making, etc.

"Purchases" alluring tales may also mean that the person concerned adopts falsehood instead of the truth, turns away from the guidance and turns to those things which can neither benefit him in the world nor in the Hereafter. But this is the metaphorical meaning. The real meaning of the sentence is that a person should purchase an absurd and useless thing for his money, and this is supported by many traditions. Ibn Hisham has related on the authority of Ibn Ishaq that when the disbelievers of Makkah could not stop the message of the Prophet (peace be upon him) from spreading in spite of their best efforts, Nadr bin Harith said to the people of Quraish: "The way you are counteracting

this man will avail you nothing. He has lived a lifetime among you. Until now he was the best of your men morally: he was the most truthful and the most trustworthy person among you. Now you say that he is a sorcerer and enchanter and a poet and a madman. Who will believe all this? Don't the people know the way the sorcerers talk? Don't they know the enchanters and the way they conduct their business? Are they unaware of poetry and of the states of madness? Which of these accusations sticks to Muhammad (peace be upon him) by exploiting which you would turn the people's attention away from him? Look! I will tell you how to deal with him." Then he left Makkah for Iraq and managed to get from there legends and tales about the kings of Iran and Rustam and Isfandyar and started to arrange tale telling parties to distract the people from the Quran and to absorb them in the tales. The same tradition has been cited by Vahidi in Asbab un Nazul on the authority of Kalbi and Muqatil. And according to Ibn Abbas, Nadr had bough singing girls also for the purpose. Whenever he heard that someone was coming under the Prophet's (peace be upon him) influence, he would impose a singing girl on him with the instruction: "Feed him and entertain him with your songs so that he is absorbed in you and distracted from the other side." This was the same device which the arch criminals of the nations have been employing in every age. They try to get the common people so absorbed in fun and sport and musical entertainments in the name of culture that they are left with no time and sense to attend to the serious problems of life, and in their

heedlessness they do not even feel what destruction they are being driven to.

The same commentary of *lahv al-hadith* has been reported from a large number of the companions and their immediate followers. Abdullah bin Masud was asked, "What does *lahv al-hadith* mean in this verse?" He said thrice emphatically: "By God! it means singing." (Ibn Jarir, Ibn Abi Shaibah. Hakim, Baihaqi). Similar traditions have been reported from scholars like Abdullah bin Abbas, Jabir bin Abdullah, Mujahid, Ikrimah, Said bin Jubair, Hasan Basri, and Makhul. Ibn Jarir, Ibn Abi Hatim and Tirmidhi have related on the authority of Abu Umamah Baheli that the Prophet (peace be upon him) said, "It is not lawful to buy and sell and trade in singing girls nor is it lawful to take their price." In another tradition, the last sentence is to the effect: "It is unlawful to eat their price". Yet another tradition from Abu Umamah is to the effect: To teach music to slave girls and to trade in them is not lawful and their price is forbidden. All these *Ahadith* also elucidate that the verse containing *lahv al-hadith* was sent down in this very connection. Qadi Abu Bakr Ibn alArabi has related in the Ahkam alQuran a Hadith from Abdullah bin Mubarak and Imam Malik on the authority of Anas, saying, that the Prophet (peace be upon him) said: "He who hears the song of a singing girl in a musical concert, will have molten lead poured into his ear on the Day of Judgment" (In this connection, one should also note that the culture of music in those days flourished almost entirely through the slave girls: Free women had not yet become "artists". That is why

the Prophet (peace be upon him) spoke about trading in slave girls, and described their wages and earnings as their price, and used the word *qaynah* for the singing girl, which is specifically used for a slave girl in Arabic).

6*اصل لفظ ہیں ''لَھْوَ الْحَدِیْث''، یعنی ایسی بات جو آدمی کو اپنے اندر مشغول کر کے ہر دوسری چیز سے غافل کر دے ۔ لغت کے اعتبار سے تو ان الفاظ میں کوئی ذم کا پہلو نہیں ہے ۔ لیکن استعمال میں ان کا اطلاق بری اور فضول اور بے ہودہ باتوں پر ہی ہوتا ہے ، مثلاً گپ ، خرافات ، ہنسی مذاق ، داستانیں ، افسانے اور ناول ، گانا بجانا ، اور اسی طرح کی دوسری چیزیں ۔

لہوالحدیث '' خریدنے '' کا مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ وہ حدیثِ حق کو چھوڑ کر حدیثِ باطل کو اختیار کرتا ہے اور ہدایت سے منہ کوڑ کر ان باتوں کی طرف راغب ہوتا ہے جن میں اس کے لئے نہ دنیا میں کوئی بھلائی ہے نہ آخرت میں ۔ لیکن یہ مجازی معنی ہیں ۔ حقیقی معنی اس فقرے کے یہی ہیں کہ آدمی اپنا مال صرف کر کے کوئی بیہودہ چیز خریدے ۔ اور بکثرت روایات بھی اسی تفسیر کی تائید کرتی ہیں ۔ ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کی روایت نقل کی ہے کہ جب نبی صل اللہ علیہ وسلم کی دعوت کفار مکہ کی ساری کوششوں کے باوجود پھیلتی چلی جا رہی تھی تو نضر بن حارِث نے قریش کے لوگوں سے کہا کہ جس طرح تم اس شخص کا مقابلہ کر رہے ہو اس سے کام نہ چلے گا ۔ یہ شخص تمہارے درمیان بچپن سے ادھیڑ عمر کو پہنچا ہے ۔ آج تک وہ اپنے اخلاق میں تمہارا سب سے بہتر آدمی تھا ۔ سب سے زیادہ سچا اور سب سے بڑھ کر امانت دار تھا ۔ اب تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے ، ساحر ہے ، شاعر ہے ، مجنوں ہے ۔ آخر ان باتوں کو کون باور کرے گا ۔ کیا لوگ ساحروں کو نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کی جھاڑ پھونک کرتے ہیں ؟ کیا لوگوں کو معلوم نہیں کہ کاہن کس قسم کی باتیں بنایا کرتے ہیں ؟ کیا لوگ شعر و شاعری سے ناواقف ہیں ؟ کیا لوگوں کو جنون کی کیفیات کا علم نہیں ہے ؟ اِن الزامات میں سے کونسا الزام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر چسپاں ہوتا ہے کہ اس کا یقین دلا کر تم عوام کو اُس کی طرف توجہ کرنے سے روک سکو گے ۔ ٹھیرو ، اس کا علاج میں کرتا ہوں ۔ اس کے بعد وہ مکہ سے عراق گیا اور وہاں سے شاہان عجم کے قصے اور رستم و اسفندیار کی داستانیں لا کر اس نے قصہ گوئی کی محفلیں برپا کرنا شروع کر دیں تاکہ لوگوں کی توجہ

قرآن سے ہٹے اور ان کہانیوں میں کھو جائیں (سیرۃ ابن ہشام ، ج ۱، ص ۳۲۰۔۳۲۱) یہی روایات اسباب النزول میں واحدی نے کلبی اور مقاتل سے نقل کی ہے ۔ اور ابن عباسؓ نے اس پر مزید اضافہ کیا ہے کہ نضر نے اس مقصد کے لئے گانے والی لونڈیاں بھی خریدی تھیں ۔ جس کسی کے متعلق وہ سنتا کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی باتوں سے متاثر ہو رہا ہے اس پر اپنی لونڈی مسلط کر دیتا اور اس سے کہتا کہ اسے خوب کھلا پلا اور گانا سنا تاکہ تیرے ساتھ مشغول ہو کر اس کا دل ادھر سے ہٹ جائے ۔ یہ قریب قریب وہی چال تھی جس سے قوموں کے اکابر مجرمین ہر زمانے میں کام لیتے رہے ہیں ۔ وہ عوام کو کھیل تماشوں اور رقص و سرود (کلچر) میں غرق کر دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ انہیں زندگی کے سنجیدہ مسائل کی طرف توجہ کرنے کا ہوش ہی نہ رہے اور اِس عالم مستی میں ان کو سرے سے یہ محسوس ہی نہ ہونے پائے کہ انہیں کس تباہی کی طرف ڈھکیلا جا رہا ہے ۔

لہوالحدیث کی یہی تفسیر بکثرت صحابہ و تابعین سے منقول ہے ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا کہ اس آیت میں لہوالحدیث سے کیا مراد ہے ؟ انہوں نے تین مرتبہ زور دے کر فرمایا ھو واللہ الغناء، ''خدا کی قسم اس سے مراد گانا ہے ''۔ (ابن جریر ابن ابی شیبہ ، حاکم بیہقی)۔ اسی سے ملتے جلتے اقوال حضرت عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، مجاہد، عکرمہ ، سعید بن جبیر، حسن بصری اور مکحول سے مروی ہیں ۔ ابن ابی جریر، ابن ابی حاتم اور ترمذی نے حضرت ابواُمہؓ باہلی کی یہ نقل روایت کی ہے کہ نبی صلہ اللہ علیہ و سلم نے فرمایا لا یحل بیع المغنیات ولا شراؤھن ولا التجارۃ فیھن ولا اثمانھن '' مغنیہ عورتوں کا بیچنا اور خریدنا اور ان کی تجارت کرنا حلال نہیں ہے اور نہ اُن کی قیمت لینا حلال ہے ۔''ایک دوسری روایت میں آخری فقرے کے الفاظ یہ ہیں اکل ثمنھن حرام۔ ''ان کی قیمت کھانا حرام ہے ''۔ ایک اور روایت انہی ابو اُمامہؓ سے ان الفاظ میں منقول ہے کہ لایحل تعلیم المغنیات ولا بیعھن ولا شراؤھن و ثمنھن حرام۔ '' لونڈیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دینا اور ان کی خرید و فروخت کرنا حلال نہیں ہے ، اور ان کی قیمت حرام ہے ۔''ان تینوں حدیثوں میں یہ صراحت بھی ہے کہ آیت مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَهۡوَ الۡحَدِیۡثِ۔ ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ قاضی ابوبکر ابن العربی ''احکام القرآن'' میں حضرت عبداللہ بن مبارک اور امام مالکؒ کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت

نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من خلس الیٰ قینتہ یسمع منھا صُبّ فی اذنیہ الآنُک یَوم القیٰمتہ۔ جو شخص گانے والی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سنے گا قیامت کے روز اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔‘‘(اس سلسلے میں یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ اُس زمانے میں بجانے کی ’’ثقافت‘‘ تمام تر، بلکہ کلیتہً لونڈیوں کی بدولت زندہ تھی۔ آزاد عورتیں اس وقت تک ’’آرٹسٹ‘‘ نہ بنی تھیں ۔ اسی لئے حضورﷺ نے مغنیات کی بیع و شراء کا ذکر فرمایا اور ان کی فیس کو قیمت کے لفظ سے تعبیر کیا اور گانے والی خاتون کے لئے قینہ کا لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں لونڈی کے لئے بولا جاتا ہے)۔

***7 "Without knowledge" may be connected with "buys" and also "lead astray". In the first case, it would mean: The ignorant foolish person buys this alluring thing and does not know that he is buying a ruinous thing at the cost of a highly valuable thing. On the one hand, there are the divine verses which are full of wisdom and guidance, which he can obtain without any cost, but he turns away from them. On the other hand, there are these absurd things, which are disastrous for his morals and he is expending his wealth to obtain them. In the second case, it would mean: He has come out to guide the people without any knowledge: he does not know what burden of sin he is taking on himself by trying to lead the people astray from Allah's Way.**

*7’’علم کے بغیر‘‘ کا تعلق ’’خریدتا ہے‘‘ کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور ’’بھٹکا دے‘‘ کے ساتھ بھی ۔ اگر اس کا تعلق پہلے فقرے سے مانا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ وہ جاہل اور نادان آدمی اس دلفریب چیز کو خریدتا ہے اور کچھ نہیں جانتا کہ کیسی قیمتی چیز کو چھوڑ کر وہ کس تباہ کن چیز کو خرید رہا ہے ۔ایک طرف حکمت اور ہدایت سے لبریز آیاتِ الٰہی ہیں جو مفت اسے مل رہی ہیں مگر وہ ان سے منہ موڑ رہا ہے ۔ دوسری طرف یہ بیہودہ چیزیں ہیں جو فکر و اخلاق کو غارت کر دینے والی ہیں اور وہ اپنا مال خرچ کر کے انھیں حاصل کر رہا ہے ۔ اور اگر اسے دوسرے فقرے سے متعلق سمجھا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ علم کے بغیر لوگوں کی رہنمائی کرنے

اُٹھا ہے، اسے یہ شعور نہیں ہے کہ خلقِ خدا کو راہ خدا سے بھٹکانے کی کوشش کر کے وہ کتنا بڑا مظلمہ اپنی گردن پر لے رہا ہے۔

***8 That is, this person wants to make fun of the divine revelations by alluring and absorbing the people in legends and tales and music. He intends that the invitation of the Quran should be derided and ridiculed and laughed away. He plans to fight the religion of God with the strategy that as soon as Muhammad (peace be upon him) should come out to recite revelations of God to the people, there should be a charming, sweet-voiced damsel giving her performance in a musical concert. On the one hand, a glib-tongued story teller telling tales and legends of Iran, on the other hand, the people should become so absorbed in these cultural activities that they may not be in a mood to hear anything about God and the morals and the Hereafter.**

*8 یعنی یہ شخص لوگوں کو قصے کہانیوں اور گانے بجانے میں مشغول کر کے اللہ کی آیات کا منہ چڑانا چاہتا ہے۔ اس کوشش یہ ہے کہ قرآن کی اس دعوت کو ہنسی ٹھٹھوں میں اُڑا دیا جائے۔ یہ خدا کے دین سے لڑنے کے لیے کچھ اس طرح کا نقشۂ جنگ جمانا چاہتا ہے کہ ادھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی آیات سنانے نکلیں، اُدھر کہیں کسی خوش اندام و خوش گل مغنیہ کا مجرا ہو رہا ہو، کہیں کوئی چرب زبان قصہ گو ایران توران کی کہانیاں سنا رہا ہو، اور لوگ ان ثقافتی سرگرمیوں میں غرق ہو کر اس موڈ ہی میں نہ رہیں کہ خدا اور آخرت اور اخلاق کی باتیں انھیں سنائی جا سکیں۔

***9 This punishment will be in accordance with their crime. They want to debase and disgrace God's religion, His revelations and His Messenger; God will take His vengeance on them by giving them a disgraceful torment.**

*9 یہ سزا ان کے جرم کی مناسبت سے ہے۔ وہ خدا کے دین اور اس کی آیات اور اس کے رسول کی تذلیل

کرنا چاہتے ہیں۔ خدا اس کے بدلے میں ان کو سخت ذلت کا عذاب دے گا۔

7. And when are recited to him Our verses, he turns away in arrogance as if he has not heard them, as if in his ears there were a deafness. So give him tidings of a painful punishment.	اور جب پڑھی جاتی ہیں اسکے سامنے ہماری آیات تو رخ پھیر لیتا ہے تکبر سے گویا کہ نہیں سنا انکو۔ جیسے کہ اسکے کانوں میں بہرا پن ہے تو خبر سنا دو اسکو دردناک عذاب کی۔	وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسۡتَکۡبِرًا کَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡهَا کَاَنَّ فِیۡۤ اُذُنَیۡهِ وَقۡرًا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۷﴾
8. Indeed, those who believed and did righteous deeds, for them are the gardens of delight. *10	یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور کرتے رہے نیک اعمال انکے لئے ہیں باغ نعمت کے۔ *10	اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ ۙ ﴿۸﴾

*10 Instead of saying “There are blessings of Paradise (Gardens) for them,” it has been said, there “are blissful Gardens for them.” In the first case, it would have meant this: “They will enjoy the blessings but the Gardens will not belong to them.” In the second case, “it automatically becomes evident that the whole Gardens will be handed over to them, and they will take advantage of their blessings as an owner does of his own possession, and not like the one who is allowed to use something without giving him ownership rights over it.”

*10 یہ نہیں فرمایا کہ ان کے لئے جنت کی نعمتیں ہیں، بلکہ فرمایا یہ ہے کہ ان کے لئے نعمت بھری جنتیں ہیں۔ اگر پہلی بات فرمائی جاتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز تو ضرور ہوں گے

مگر وہ جنتیں ان کی اپنی نہ ہوں گی ۔ اس کے بجائے جب یہ فرمایا گیا کہ ’’ان کے لئے نعمت بھری جنتیں ہیں ،،، تو اس سے خود بہ خود یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پوری پوری جنتیں ان کے حوالہ کر دی جائیں گی اور وہ اُن نعمتوں سے اس طرح مستفید ہوں گے جس طرح ایک مالک اپنی چیز سے مستفید ہوتا ہے ، نہ کہ اُس طرح جیسے کسی کو حقوق ملکیت دیے بغیر محض ایک چیز سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دے دیا جائے ۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾	وہ رہیں گے ان میں ۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے ۔ اور وہ ہے غالب حکمت والا ۔ *11	9. They will abide therein. A promise of Allah in truth. And He is the All Mighty, the All Wise. *11

*11 That is, “Nothing can withhold Him from fulfilling His promise, and whatever He does is strictly according to the demands of wisdom and justice. The object of mentioning these two attributes of Allah after saying: “This is a true promise of Allah”, is to stress that Allah neither violates His promise willfully nor is there in this universe any such power as can prevent Him from fulfilling His promise. Therefore, there can be no chance that one may not receive what Allah has promised to give as a reward for faith and righteous deeds. Moreover, Allah’s open promise to bestow this reward is entirely based on His wisdom and His justice. He does not misjudge: it cannot be that He may deprive a deserving person of his reward, and reward a non-deserving one instead. The people characterized by true faith and righteous deeds indeed deserve this reward and Allah will bestow this on them only.”

*11 یعنی کوئی چیز اس کو اپنا وعدہ پورا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی، اور وہ جو کچھ کرتا ہے ٹھیک ٹھیک حکمت

اور عدل کے تقاضوں کے مطابق کرتا ہے'' یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے'' کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ان دو صفات کو بیان کرنے کا مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو بالارادہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتا ہے اور نہ اس کائنات میں کوئی طاقت ایسی ہے جو اس کا وعدہ پورا ہونے میں مانع ہو سکتی ہو، اس لئے اس امر کا کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا کہ ایمان و عمل صالح کے انعام میں جو کچھ اللہ نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ کسی کو نہ ملے۔ نیز یہ کہ اللہ کی طرف سے اس انعام کا اعلان سراسر اس کی حکمت اور اس کے عدل پر مبنی ہے۔ اس کے ہاں کوئی غلط بخشی نہیں ہے کہ مستحق کو محروم رکھا جائے اور غیر مستحق کو نواز دیا جائے۔ ایمان و عمل صالح سے متصف لوگ فی الواقع اس انعام کے مستحق ہیں اور اللہ یہ انعام انہی کو عطا فرمائے گا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ‌ ؕ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۢۡبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۰﴾	پیدا کیا اس نے *12 آسمانوں کو بغیر ستونوں کے دیکھتے ہو تم جنکو۔ *13 اور ڈال دیئے اس نے زمین میں مضبوط پہاڑ تاکہ نہ ڈولنے لگے تمکو لیکر *14 اور پھیلا دیئے اس میں ہر طرح کے جاندار۔ اور ہم نے نازل کیا آسمان سے پانی پھر اگائیں اس میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں۔	10. He has created *12 the heavens without pillars, you see them, *13 and He has set on the earth firm mountains lest it should shake with you, *14 and He has dispersed therein all kinds of creature. And We sent down from the sky water, then We caused to grow therein all kinds of good things.

*12 After the above introductory sentence, the discourse now turns to the real theme, i.e. the refutation of *shirk* and the invitation to *Tauhid*.

*12 اوپر کے تمہیدی فقروں کے بعد اب اصل مدّعا، یعنی تردید شرک اور دعوت توحید پر کلام شروع ہوتا ہے۔

*13 The actual words *bi-ghair i amad-in tarauna-ha* in the

text may have two meanings:
(1) “You can see for yourself that they stand without pillar”; and
(2) “They stand on the pillars which you cannot see”
Ibn Abbas and Mujahid have favored the second meaning, and many other commentators take the first meaning. If the meaning is expressed in terms of the natural sciences of the present day, it can be said that the countless stars and planets in the heaven have been established in their positions and orbits without any visible support and prop: there are no strings and wires which might have tied them together; there are no iron bars which might be withholding them from falling on one another. It is the law of gravitation which is supporting the system. This interpretation is according to the present-day knowledge. It may be that tomorrow some new addition to our knowledge enables us to interpret the reality better.

13*اصل الفاظ ہیں بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا۔اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ۔ ایک یہ کہ ”تم خود دیکھ رہے ہو کہ وہ بغیر ستونوں کے قائم ہیں۔“ دوسرا مطلب یہ کہ ”وہ ایسے ستونوں پر قائم ہیں جو تم کو نظر نہیں آتے“۔ ابن عباسؓ اور مجاہد نے دوسرا مطلب لیا ہے، اور بہت سے دوسرے مفسرین پہلا مطلب لیتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے علوم طبیعی کے لحاظ سے اگر اس کا مفہوم بیان کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا تمام عالَمِ افلاک میں یہ بے حدو حساب عظیم الشان تارے اور سیّارے اپنے اپنے مقام و مدار پر غیر مرئی سہاروں سے قائم کیے گئے ہیں ۔ کوئی تار نہیں ہیں جنھوں نے ان کو ایک دوسرے سے باندھ رکھا ہو۔ کوئی سلاخیں نہیں ہیں جو ان کو ایک دوسرے پر گر جانے سے روک رہی ہوں۔ صرف قانونِ جذب و کشش ہے جو اس نظام کو تھامے ہوئے ہے ۔ یہ تعبیر ہمارے آج کے علم کے لحاظ سے ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ کل ہمارے علم میں کچھ اور اضافہ ہو اور اس سے زیادہ لگتی ہوئی کوئی دوسری تعبیر اس حقیقت کی کی جا سکے ۔

*14 For explanation, see E. N. 12 of Surah An-Nahl.

*14تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد ۲، سورۃ النحل صفحہ ۵۳۰، حاشیہ نمبر ۱۲۔

هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ‌ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۱﴾	یہ ہے تخلیق اللہ کی تو دکھاؤ مجھے کہ کیا پیدا کیا ہے انھوں نے *15 وہ جو اس کے سوا ہیں۔ بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔ *16	11. This is the creation of Allah. Then show me what have they created, *15 those other than Him. But the wrongdoers are in error manifest. *16

*15 "Those other than" "the beings whom you have set up as your deities, whom you regard as makers and un-makers of your destinies, whom you have been worshiping as such persistently."

*15یعنی اُن ہستیوں نے جن کو تم اپنا معبود بنائے بیٹھے ہو، جنہیں تم اپنی قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا سمجھ رہے ہو، جن کی بندگی بجا لانے پر تمہیں اتنا اصرار ہے۔

*16 That is, "When they do not point out in this universe any creation of anyone else than Allah, and obviously they cannot, their setting up the non creators as associates in Godhead and bowing before them in worship and invoking them for help, is nothing but mere stupidity, because their foolish conduct cannot be explained in any other way. Unless a person has taken leave of his senses, he cannot commit the folly that he should himself admit before you that his deities are non-creators and that Allah alone is the Creator, and yet insist on their being the deities. If somebody has a little of the common sense, he will inevitably think how the one who has no power to create

anything, and who has no share whatever in the creation of anything in the earth and heavens, can be our deity. Why should man bow before it and adore it as a deity? Does it possess any power that it could fulfill one's needs and requirements? Even if it hears one's prayers, what could it do to answer them when it did not have any power to create anything? For, evidently, afflictions can be removed only by him who can create something and not by him who can create nothing."

16*یعنی جب یہ لوگ اللہ کے سوا اس کائنات میں کسی دوسرے کی تخلیق کی کوئی نشان دہی نہیں کر سکتے اور ظاہر ہے کہ نہیں کر سکتے، تو ان کا غیر خالق ہستیوں کو خدائی میں شریک ٹھہرانا اور ان کے آگے سرِ نیاز جھکانا اور ان سے دعائیں مانگنا اور حاجتیں طلب کرنا بجز اس کے کہ صریح بے عقلی ہے اور کوئی دوسری تاویل اُن کے اس احمقانہ فعل کی نہیں کی جا سکتی ۔ جب تک کوئی شخص بالکل ہی نہ بہک گیا ہو اس سے اتنی بڑی حماقت سرزد نہیں ہو سکتی کہ آپ کے سامنے وہ خود اپنے معبودوں کے غیر خالق ہونے اور صرف اللہ ہی کے خالق ہونے کا اعتراف کرے اور پھر بھی انہیں معبود ماننے پر مصر رہے ۔ کسی کے بھیجے میں ذرہ برابر بھی عقل ہو تو وہ لامحالہ یہ سوچے گا کہ جو کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے ، اور جس کا زمین و آسمان کی کسی شے کی تخلیق میں برائے نام بھی کوئی حصہ نہیں ہے وہ آخر کیوں ہمارا معبود ہو؟ کیوں ہم اس کے آگے سجدہ ریز ہوں یا اس کی قدم بوسی و آستانہ بوسی کرتے پھریں ؟ کیا طاقت اس کے پاس ہے کہ وہ ہماری فریاد رسی اور حاجت روائی کر سکے ؟ بالفرض وہ ہماری دُعاؤں کو سنتا بھی ہو تو ان کے جواب میں وہ خود کیا کارروائی کر سکتا ہے جبکہ وہ کچھ بنانے کے اختیارات رکھتا ہی نہیں ۔ بگڑی تو وہی بنائے گا جو کچھ بنا سکتا ہو نہ کہ وہ جو کچھ بھی نہ بنا سکتا ہو۔

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِکۡمَۃَ اَنِ اشۡکُرۡ لِلّٰہِ ؕ وَ مَنۡ	اور یقیناً *17 عطا کی ہم نے لقمان کو حکمت کہ شکر کر اللہ کا *18 ۔ اور	12. And certainly, *17 We gave Luqman wisdom, that give thanks to Allah. *18

And whoever gives thanks, so indeed he gives thanks for his own self. And whoever is ungrateful, then indeed, Allah is Free of need, Owner of Praise. *19	جو کوئی شکر کرتا ہے تو بس وہ شکر کرتا ہے اپنے ہی لئے ۔ اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ بے نیاز ہے لائق حمد و ثنا ہے۔ *19	يَّشْكُرُ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

*17 After presenting a rational argument to refute shirk, the Arabs are being told that this rational point of view is not being presented before them for the first time, but the wise and learned people before them also have been saying the same thing, including their own famous sage, Luqman. Therefore, they cannot refute the Prophet's (peace be upon him) message, saying, "If shirk was an irrational creed, why didn't it strike so to somebody else before?"

Luqman was well known as a wise and learned man in Arabia. He has been mentioned in the poetry of the pre-Islamic poets like Imraul-Qais, Labid, Aasha, Tarafa and others. Some educated Arabs also possessed a collection of the wise sayings of Luqman. According to traditions, three years before the Hijrah the very first person of Al-Madinah to be influenced by the Prophet (peace be upon him) was Suwaid bin Samit. He went to Makkah for Hajj. There the Prophet (peace be upon him) was as usual preaching Islam to the pilgrims coming from different places, at their residences. When Suwaid heard his speech, he submitted, "I have also gotten a thing similar to what you preach," When the Prophet (peace be upon him) asked what it was, he said,

"The roll of Luqman." Then on the Prophet's (peace be upon him) insisting, he read out a portion of it, whereupon the Prophet (peace be upon him) said, "This discourse is fine, but that which I have is better still." Then he recited the Quran to him, and Suwaid admitted that that was certainly better than the wisdom of Luqman. According to the historians, this person, Suwaid bin Samit, was known by the title of kamil (perfect) in Al-Madinah on account of his ability, bravery, nobility and poetry. But after his meeting with the Prophet (peace be upon him), when he returned to Al-Madinah. He was killed in the battle of Buath, which was fought some time afterwards. His tribesmen were of the opinion that he had become a Muslim after his meeting with the Prophet (peace be upon him).

Historically, Luqman is a disputed personage. In the dark centuries of ignorance there was no compiled history. The only source of information were the traditions that were being handed down since centuries. According to these, some people thought that Luqman belonged to the people of Aad and was a king of Yaman. Relying on these traditions, Maulana Sayyid Suleman Nadvi has expressed the opinion in the Ard al-Qaran that Luqman was a descendent of the believers who remained safe with the Prophet Hud (peace be upon him) after the destruction of the people of Aad by a divine torment, and he was one of the kings of Yaman when it was ruled by the Aad. But other traditions which have been reported from some learned companions and their immediate followers do not support this view. Ibn Abbas says Luqman was a negro slave, and the same is the opinion

of Abu Hurairah, Mujahid, Ikrimah and Khalid ar-Rabi. According to Jabir bin Abdullah Ansari, he belonged to Nirbah. Said bin al-Musayyib says that he was an Egyptian negro. These three sayings closely resemble one another. The Arabs generally called the black people negroes (Habashis) in those days, and Nirbah is the country south of Egypt and north of Sudan. Therefore, calling the same person an Egyptian and a Nubian and a negro, in spite of the difference in words. is one and the same thing. Then the elucidations made by Suhayli in Raud al-Unuf nd Masudi in Muruj adh-Dhahab also throw some light on the question as to how the wisdom of this Sudanese slave spread in Arabia. They both agree that this person, though originally a Nubian, was an inhabitant of Madyan and Aylah (modern, Aqabah). That is why he spoke Arabic and his wisdom spread in Arabia. Besides, Suhayli also elucidates that Luqman the Sage and Luqman bin Aad were two different persons, and it is not correct to regard them as one and the same man.

Another thing may also be made clear here. The Arabic manuscript from the Library of Paris, which the orientalist Derenbourg has published under the title Amthal Luqman Hakim (Fables De Luqman Le Sage) is a fabricated thing which has nothing to do with the Roll of Luqman. These fables were compiled by somebody in the 13th century A.D. Its Arabic is poor, and a perusal shows that it is, in fact, a translation of some other book in a different language, which the author or translator has himself ascribed to Luqman the Sage. The orientalists make such researches

with a special object in view. They bang out such forged and fake things in order to prove that the narratives of the Quran are unhistorical legends and therefore unreliable. Anyone who reads B. Helle's article on Luqman in the Encyclopedia of Islam will not fail to understand the real motive of these people.

17*شرک کی تردید میں ایک پر زور عقلی دلیل پیش کرنے کے بعد اب عرب کے لوگوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ معقول بات آج کوئی پہلی مرتبہ تمہارے سامنے پیش نہیں کی جا رہی ہے بلکہ پہلے بھی عاقل و دانا لوگ یہی بات کہتے رہے ہیں اور تمہارا اپنا مشہور حکیم، لقمان اب سے بہت پہلے یہی کچھ کہہ گیا ہے۔ اس لئے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر شرک کوئی نامعقول عقیدہ ہے تو پہلے کسی کو یہ بات کیوں نہیں سوجھی۔

لقمان کی شخصیت عرب میں ایک حکیم و دانا کی حیثیت سے بہت مشہور تھی۔ شعرائے جاہلیت، مثلاً امراؤ القیس، لبید، اعشیٰ، طرفہ وغیرہ کے کلام میں اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اہل عرب میں بعض پڑھے لکھے لوگوں کے پاس صحیفۂ لقمان کے نام سے اُن کے حکیمانہ اقوال کا ایک مجموعہ بھی موجود تھا۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے مدینے کا اوّلین شخص جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متاثر ہوا وہ سوید بن صامت تھا۔ وہ حج کے لئے مکہ گیا۔ وہاں حضور صلعم اپنے قاعدے کے مطابق مختلف علاقوں سے آئے ہوئے حاجیوں کی قیام گاہ پر جا کر دعوتِ اسلام دے رہے تھے۔ اس سلسلہ میں سوید نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سنی تو اس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ جو باتیں پیش کر رہے ہیں ایسی ہی ایک چیز میرے پاس بھی ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا مجلۂ لقمان۔ پھر آپ صلعم کی فرمائش پر اس نے اس مجلہ کا کچھ حصہ آپؐ کو سنایا۔ یہ بہت اچھا کلام ہے، مگر میرے پاس ایک اور کلام اس سے بھی بہتر ہے۔ اس کے بعد آپ نے اسے قرآن سنایا اور اس نے اعتراف کیا کہ یہ بلا شبہ مجلہ لقمان سے بہتر ہے (سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۶۷-۶۹۔ أسد الغابہ، ج ۲، صفحہ ۳۷۸) مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ شخص (سوید بن صامت) مدینہ میں اپنی

لیاقت، بہادری، شعر و سخن اور شرف کی بنا پر ''کامل'' کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ و سلم سے ملاقات کے بعد جب وہ مدینہ واپس ہوا تو کچھ مدّت بعد جنگ بعاث پیش آئی اور یہ اس میں مارا گیا۔ اس کے قبیلے کے لوگوں کا عام خیال یہ تھا کہ حضور صلعم سے ملاقات کے بعد وہ مسلمان ہوگیا تھا۔

تاریخی اعتبار سے لقمان کی شخصیت کے بارے میں بڑے اختلافات ہیں۔ جاہلیت کی تاریک صدیوں میں کوئی مدوّن تاریخ تو موجود نہ تھی۔ معلومات کا انحصار اُن سینہ بسینہ روایات پر تھا جو سینکڑوں برس سے چلی آرہی تھیں۔ ان روایات کی رُو سے بعض لوگ لقمان کو قوم عاد کا ایک فرد اور یمن کا ایک بادشاہ قرار دیتے تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے انھی روایات پر اعتماد کرکے ارض القرآن میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ قوم عاد پر خدا کا عذاب آنے کے بعد اس قوم کے جو اہل ایمان حضرت ہودؑ کے ساتھ بچ رہے تھے، لقمان انھی کی نسل سے تھا اور یمن میں اس قوم نے جو حکومت قائم کی تھی، یہ اس کے بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ لیکن دوسری روایات جو بعض اکابر صحابہ و تابعین سے مروی ہیں اس کے بالکل خلاف ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ لقمان ایک حبشی غلام تھا۔ یہی قول حضرت ابو ہریرہ، مجاہد، عکرمہ اور خالدالربعی کا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ وہ نوبہ کا رہنے والا تھا۔ سعید بن مسیب کا قول ہے کہ وہ مصر کے سیاہ رنگ لوگوں میں سے تھا۔ یہ تینوں اقوال قریب قریب متشابہ ہیں۔ کیونکہ عرب کے لوگ سیاہ رنگ لوگوں کو اس زمانہ میں عموماً حبشی کہتے تھے، اور نوبہ اس علاقہ کا نام ہے جو مصر کے جنوب اور سوڈان کے شمال میں واقع ہے۔ اس لیے تینوں اقوال میں ایک شخص کو مصری، نوبی اور حبشی قرار دینا محض لفظی اختلاف ہے معنی میں کوئی فرق نہیں ہے، پھر روض الانف میں سہیلی اور مروج الذّہب میں مسعودی کے بیانات سے اس سوال پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اس سوڈانی غلام کی باتیں عرب میں کیسے پھیلیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ یہ شخص اصلاً تو نوبی تھا، لیکن باشندہ مدین اور اَیلہ (موجودہ عقبہ) کے علاقے کا تھا۔ اسی وجہ سے اسکی زبان عربی تھی اور اس کی حکمت عرب میں شائع ہوئی۔ مزید براں سہیلی نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ لقمان حکیم اور لقمان بن عاد دو الگ الگ اشخاص ہیں۔ ان کو ایک شخصیت قرار دینا صحیح نہیں ہے (روض الانف، ج ۱، ص ۲۶۶۔ مسعودی، ج ۱، ص ۵۷)۔

یہاں اس بات کی تصریح بھی ضروری ہے کہ مستشرق دیرنبورگ(Derenbourg) نے پیرس کے کتب خانہ کا ایک عربی مخطوطہ جو ''امثال لقمان الحکیم''(Fables De Loqman Le Sage) کے نام سے شائع کیا ہے وہ حقیقت میں ایک موضوع چیز ہے جس کا مجلہ لقمان سے کوئی دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یہ امثال تیرھویں صدی عیسوی میں کسی شخص نے مرتب کی تھیں۔ اس کی عربی بہت ناقص ہے اور اسے پڑھنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ دراصل کسی اور زبان کی کتاب کا ترجمہ ہے جسے مصنف یا مترجم نے اپنی طرف سے لقمان حکیم کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ مستشرقین اس قسم کی جعلی چیزیں نکال نکال کر جس مقصد کے لیے سامنے لاتے ہیں وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کسی طرح قرآن کے بیان کردہ قصوں کو غیر تاریخی افسانے ثابت کر کے ساقط الاعتبار ٹھیرا دیا جائے۔ جو شخص بھی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ''لقمان'' کے عنوان پر ہیلر(B۔Heller) کا مضمون پڑھے گا اس سے ان لوگوں کی نیت کا حال مخفی نہ رہے گا۔

*18 That is, "The very first demand of the wisdom and knowledge, insight and sagacity, granted by Allah was that man should have adopted the attitude of gratefulness and obedience before his Lord, and not of ingratitude and thanklessness. And this gratefulness should not have merely been lip-service but expressed and translated in thought and word and deed. One should have the conviction in the depths of his heart and mind that whatever he has gotten, has been given by God. One's tongue should always be acknowledging the favors of God; and also practically, one should be trying to prove by carrying out His commands, by avoiding sins, by striving to achieve His good-will, by conveying His blessings and favors to His servants and by fighting those who have rebelled against Him that he is really a grateful servant of his God."

*18 یعنی اللہ کی بخشی ہوئی اس حکمت و دانائی اور بصیرت و فرزانگی کا اوّلین تقاضا یہ تھا کہ انسان اپنے رب

کے مقابلے میں شکر گزاری و احسان مندی کا رویہ اختیار کرے نہ کہ کفرانِ نعمت اور نمک حرامی کا۔ اور اس کا
یہ شکر محض زبانی جمع خرچ ہی نہ ہو بلکہ فکر اور قول اور عمل، تینوں صورتوں میں ہو۔ وہ اپنے قلب و ذہن کی
گہرائیوں میں اس بات کا یقین و شعور بھی رکھتا ہو کہ مجھے جو کچھ نصیب ہے خدا کا دیا ہوا ہے۔ اس کی زبان
اپنے خدا کے احسانات کا ہمیشہ اعتراف بھی کرتی رہے۔ اور وہ عملاً بھی خدا کی فرماں برداری کر کے، اس کی
معصیت سے پرہیز کر کے، اس رضا کی طلب میں دَوڑ دھوپ کر کے، اس کے دیئے ہوئے انعامات کو اس
کے بندوں تک پہنچا کر، اور اس کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے مجاہدہ کر کے یہ ثابت کر دے کہ وہ فی
الواقع اپنے خدا کا احسان مند ہے۔

***19** **That is, “The one who is ungrateful and unbelieving, his unbelief is harmful to his own self. Allah does not lose anything. He is Independent and does not stand in need of anyone's gratitude. The gratitude of someone does not add anything to His Godhead, nor does anyone’s ingratitude and disbelief change the reality that whatever the servants have gotten, has been granted by Him. He is self-Praiseworthy whether someone praises Him or not. Every particle in the universe bears testimony to His Perfection and Beauty, His Creativity and Providence, and every creature is paying homage to His glory perpetually.”**

*19 یعنی جو شخص کفر کرتا ہے اس کا کفر اس کے اپنے لیے نقصان دہ ہے، اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی نقصان
نہیں ہوتا۔ وہ بے نیاز ہے، کسی کے شکر کا محتاج نہیں ہے۔ کسی کا شکر اس کی خدائی میں کوئی اضافہ نہیں
کر دیتا، نہ کسی کا کفر اس امرِ واقعہ کو بدل سکتا ہے کہ بندوں کو جو نعمت بھی نصیب ہے اسی کی عطا کردہ ہے۔
وہ تو آپ سے آپ محمود ہے خواہ کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کے کمال و جمال اور
اس کی خلاقی و رزاقی پر شہادت دے رہا ہے اور ہر مخلوق زبانِ حال سے اس کی حمد بجا لا رہی ہے۔

13. And when said Luqman to his son,	اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے	وَ اِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَ

هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۳﴾	سے جبکہ وہ اسکو نصیحت کررہا تھا اے میرے بیٹے نہ شریک کرنا اللہ کے ساتھ ۔ *20 یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔ *21	while he was advising him: O my son, do not associate with Allah. *20 Indeed, association is a tremendous wrong. *21

*20 This particular admonition from the wisdom of Luqman has been cited here for two reasons: (1) He gave this admonition to his son, and obviously, no one can be insincere to his own children. A person may deceive others, may behave hypocritically towards them, but no one, not even a most depraved person, will try to deceive and defraud his own children. Therefore, Luqman's admonishing his son thus is a clear proof of the fact that in his sight *shirk* was indeed the most heinous sin, and for that very reason he first admonished his dear son to refrain from this iniquity. (2) The second reason for this narration is that many parents from among the disbelievers of Makkah were compelling their children to turn away from the message of *Tauhid* being preached by the Prophet Muhammad (peace be upon him) and remain steadfast on the creed of *shirk*, as is being stated in the following verses. Therefore, those foolish people are being told, as if to say, The well-known sage of your own land had wished his children well by admonishing them to avoid *shirk*, now you should judge it for yourself whether you are wishing your children well or ill when you compel them to follow the same creed of *shirk*."

*20 لقمان کی حکیمانہ باتوں میں سے اس خاص نصیحت کو دو مناسبتوں کی بنا پر یہاں نقل کیا گیا ہے ۔ اوّل یہ کہ انہوں نے یہ نصیحت اپنے بیٹے کو کی تھی اور ظاہر بات ہے کہ آدمی دنیا میں سب سے بڑھ کر اگر کسی کے حق میں مخلص ہو سکتا ہے تو وہ اس کی اپنی اولاد ہی ہے ۔ ایک شخص دوسروں کو دھوکا دے سکتا ہے ، ان سے منافقانہ باتیں کر سکتا ہے ، لیکن اپنی اولاد کو تو ایک برے سے برا آدمی بھی فریب دینے کی کوشش کبھی نہیں کر سکتا ۔ اس لیے لقمان کا اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کرنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک شرک فی الواقع ایک بدترین فعل تھا اور اسی بنا پر انہوں نے سب سے پہلی جس چیز کی اپنے لختِ جگر کو تلقین کی وہ یہ تھی کہ اس گمراہی سے اجتناب کرے ۔ دوسری مناسبت اس حکایت کی یہ ہے کہ کفار مکہ میں سے بہت سے ماں باپ اس وقت اپنی اولاد کو دینِ شرک پر قائم رہنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید سے منہ موڑ لینے پر مجبور کر رہے تھے ، جیسا کہ آگے کی آیات بتا رہی ہیں ۔ اس لئے ان نادانوں کو سنایا جا رہا ہے کہ تمہاری سرزمین کے مشہور حکیم نے تو اپنی اولاد کی خیر خواہی کا حق یوں ادا کیا تھا کہ اسے شرک سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی ۔ اب تم جو اپنی اولاد کو اسی شرک پر مجبور کر رہے ہو تو یہ ان کے ساتھ بدخواہی ہے یا خیر خواہی؟

*21 *Zulm* means to deprive someone of his right and to act unjustly. *Shirk* is a grave iniquity because man sets up such beings as equals with his Creator and Provider and Benefactor as have no share whatever in creating him, nor in providing for him, nor in bestowing the blessings on him, which he is enjoying in the world. There could be no greater injustice than this. The Creator's right on man is that he should worship Him alone, but he worships others and so deprives Him of His right. Then, in whatever he does in connection with the worship of others than Allah, he exploits many things, from his own mind and body to the earth and heavens, whereas, all these things have been created by Allah, the One. And man has no right to use any of them in the worship of any other than Allah. Then, the

right of man's own self on him is that he should not debase and involve it in punishment. But when he worships others than his Creator, he debases his self as well as makes it deserving of the punishment. Thus, the entire life of a *mushrik* becomes *zulm* in every aspect and at all times and his every breath becomes an expression of injustice and iniquity.

*21 ظلم کے اصل معنی ہیں کسی کا حق مارنا اور انصاف کے خلاف کام کرنا۔ شرک اس وجہ سے ظلمِ عظیم ہے کہ آدمی اُن ہستیوں کو اپنے خالق اور رازق اور منعم کے برابر لا کھڑا کرتا ہے جن کا نہ اس کے پیدا کرنے میں کوئی حصہ، نہ اس کو رزق پہنچانے میں کوئی دخل، اور نہ اُن نعمتوں کے عطا کرنے میں کوئی شرکت جن سے آدمی اس دنیا میں متمتع ہو رہا ہے ۔ یہ ایسی بے انصافی ہے جس سے بڑھ کر کسی بے انصافی کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ پھر آدمی پر اُس کے خالق کا حق ہے کہ وہ صرف اسی کی بندگی و پرستش کرے، مگر وہ دوسروں کی بندگی بجا لا کر اُس کا حق مارتا ہے ۔ پھر اس بندگیٔ غیر کے سلسلے میں آدمی جو عمل بھی کرتا ہے اس میں وہ اپنے ذہن و جسم سے لے کر زمین و آسمان تک کی بہت سی چیزوں کو استعمال کرتا ہے ، حالاں کہ یہ ساری چیزیں اللہ وحدہٗ لا شریک کی پیدا کردہ ہیں اور ان میں سے کسی چیز کو بھی اللہ کے سوا کسی دوسرے کی بندگی میں استعمال کرنے کا اسے حق نہیں ہے ۔ پھر آدمی پر خود اس کے اپنے نفس کا یہ حق ہے کہ وہ اسے ذلت اور عذاب میں مبتلا نہ کرے ۔ مگر وہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی بندگی کر کے اپنے آپ کو ذلیل بھی کرتا ہے اور مستحقِ عذاب بھی بناتا ہے ۔ اس طرح مشرک کی پوری زندگی ایک ہر جہتی اور ہمہ وقتی ظلم بن جاتی ہے جس کا کوئی سانس بھی ظلم سے خالی نہیں رہتا۔

وَ وَصَّيۡنَا الۡاِنۡسٰنَ بِوَالِدَيۡهِ‌ۚ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ	اور *22 تاکید کی ہم نے انسان کو اسکے والدین کے بارے میں۔ اٹھائے رکھتی ہے جسے اسکی ماں تکلیف پر تکلیف سے اور دودھ	14. And *22 We have enjoined upon man about his parents. Carried him his mother in weakness upon weakness, and

اشۡكُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡكَ ؕ اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۴﴾	*23 چھڑانا ہے اسکا دو برس میں کہ شکر کرتا رہ میرا اور اپنے والدین کا۔ میری ہی طرف لوٹنا ہے۔	his weaning is in two years. *23 So give thanks to Me and to your parents. Unto Me is the journeying.

*22 From here to end of paragraph is Allah's further explanation of what Luqman said.

*22یہاں سے پیراگراف کے آخر تک کی پوری عبارت ایک جملۂ معترضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے لقمان کے قول کی تشریح مزید کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔

*23 From these words, Imam Shafei, Imam Ahmad, Imam Abu Yusuf and Imam Muhammad have drawn the conclusion that the suckling period of the child is two years. If a child has been suckled by the a woman within this period, they will be forbidden for each other for marriage, but if outside and beyond this period, they will not be so. A saying of Imam Malik also supports this. But Imam Abu Hanifah has proposed the period of two and a half years as a precaution, and has added that the child has been weaned after two years, or even earlier, and it is no longer dependent upon suckling for its food, no woman would be forbidden for him, if she gave him suck after that period. However, if the real food of the child is still milk, suckling during the period will render him and her forbidden for each other in spite of his eating the other food in a more or less quantity. For, the verse does not mean that the child should be suckled necessarily for two years. In Surah Al-Baqarah it has been said: "The mothers shall suckle their children for two whole years, if the fathers desire the suckling to be completed." (Ayat 233). Ibn Abbas from

these words has concluded, and other scholars have agreed with him in this, that the shortest period of pregnancy is six months, for the Quran at another place says: "His bearing (in the womb) and his weaning took thirty months." (Surah Al-Ahqaf: Ayat 15).

23* ان الفاظ سے امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بچے کی مدّت رضاعت دو سال ہے ۔ اس مدّت کے اندر اگر کسی بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہو تب تو حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی ، ورنہ بعد کی کسی رضاعت کا کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا۔ امام مالک سے بھی ایک روایت اسی قول کے حق میں ہے ۔ لیکن امام ابو حنیفہ نے مزید احتیاط کی خاطر ڈھائی سال کی مدت تجویز کی ہے ، اور اس کے ساتھ ہی امام صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر دو سال یا اس سے کم مدّت میں بچے کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو اور اپنی غذا کے لیے بچہ دودھ کا محتاج نہ رہا ہو تو اس کے بعد کسی عورت کا دودھ پی لینے سے کوئی حرمت ثابت نہ ہوگی۔ البتہ اگر بچے کی اصل غذا دودھ ہی ہو تو دوسری غذا تھوڑی بہت کھانے کے باوجود اس زمانے کی رضاعت سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اس لیے کہ آیت کا منشا یہ نہیں ہے کہ بچے کو لازماً دو سال ہی دودھ پلایا جائے ۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ۔ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ " مائیں بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں اُس شخص کے لئے جو رضاعت پوری کرانا چاہتا ہو"(آیت ۲۳۳)۔

ابن عباسؓ نے ان الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے اور اہل علم نے اس پر ان سے اتفاق کیا ہے کہ حمل کی قلیل ترین مدت چھ ماہ ہے ، اس لیے کہ قرآن ایک دوسری جگہ فرمایا ہے وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا " اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کا دودھ چھوٹنا ۳۰ مہینوں میں ہوا۔" (الاحقاف، آیت ۱۵)۔ یہ ایک اہم قانونی نکتہ ہے جو جائز اور نا جائز ولادت کی بہت سی بحثوں کا فیصلہ کر دیتا ہے ۔

15. And if they strive with you for that you associate partners with Me that you do not have of which any	اور اگر وہ کوشش کریں تجھ پر اسکی کہ تو شریک کرے میرے ساتھ وہ نہیں ہے تجھے جس کا کچھ علم *24 تو نہ	وَ إِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ

knowledge, *24 then do not obey them, and accompany them in the world kindly. And follow the way of him who turns to Me. Then to Me will be your return, *25 then I shall inform you of what you used to do. *26	کہا ماننا ان کا ۔ اور ساتھ دینا دونوں کا دنیا میں اچھی طرح ۔ اور پیروی کرنا راستے کی اسکے جو رجوع کرے میری طرف ۔ پھر میری طرف تمکو لوٹ کر آنا ہے *25 تو تمکو آگاہ کر دوں گا وہ جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔ *26	صَاحِبۡهُمَا فِي الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۡ وَّ اتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾

*24 That is, "About whom you have no knowledge that he is My associate."

*24 یعنی جو تیرے علم میں میرا شریک نہیں ہے۔

*25 "All of you": the children as well as the parents.

*25 یعنی اولاد اور والدین ، سب کو۔

*26 For explanation, see E.Ns 11 and 12 of Surah Al-Ankabut.

*26 تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن ، سورۃ العنکبوت ، حواشی نمبر ۱۱۔۱۲۔

16. O my son, *27 indeed, if it should be equal to the weight of a grain of mustard seed, then should be in a rock, or in the heavens, or in the earth, Allah will bring it forth. *28 Indeed, Allah is Subtle, Aware.	اے میرے بیٹے *27 بیشک اگر ہو کچھ وزن میں برابر رائی کے دانے کے پھر ہو وہ کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں یا زمین میں اللہ لے آئیگا اسکو *28 ۔ بیشک اللہ ہے باریک بین خبردار۔	يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِيۡ صَخۡرَةٍ اَوۡ فِي السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِي الۡاَرۡضِ يَاۡتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ ﴿۱۶﴾

*27 The other admonitions of Luqman are being narrated here to imply that like the basic beliefs, the teachings pertaining to morals that the Prophet (peace be upon him) is presenting, are not anything new in Arabia.

*27 لقمان کے دوسرے نصائح کا ذکر یہاں یہ بتانے کے لیے کیا جا رہا ہے کہ عقائد کی طرح اخلاق کے متعلق بھی جو تعلیمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں وہ بھی عرب میں کوئی انوکھی باتیں نہیں ہیں۔

*28 That is, nothing can escape Allah's knowledge and His grasp. A seed in the rock may be hidden for you, but it is known to Allah. A particle in the heavens may be very distant for you, but for Allah it is very near. A thing lying in the layers of the earth may be lying in darkness for you but for him it is in full light. Therefore, you cannot do anything good or bad, anywhere or any time, which may remain hidden from Allah. He is not only aware of it, but when the time for accountability comes, He will place before you a full record of each act of yours.

*28 یعنی اللہ کے علم سے اور اس کی گرفت سے کوئی چیز بچ نہیں سکتی۔ چٹان کے اندر ایک دانہ تمہارے لیے مخفی ہو سکتا ہے، مگر اُس کے لیے عیاں ہے۔ آسمانوں میں کوئی ذرہ تم سے بعید ترین ہو سکتا ہے، مگر اللہ کے لیے وہ بہت قریب ہے۔ زمین کی تہوں میں پڑی ہوئی کوئی چیز تمہارے لیے سخت تاریکی میں ہے مگر اس کے لیے بالکل روشنی میں ہے۔ لہٰذا تم کہیں کسی حال میں بھی نیکی یا بدی کا کوئی کام ایسا نہیں کر سکتے جو اللہ سے مخفی رہ جائے۔ وہ نہ صرف یہ کہ اس سے واقف ہے، بلکہ جب محاسبہ کا وقت آئے گا تو وہ تمہاری ایک ایک حرکت کا ریکارڈ سامنے لا کر رکھ دے گا۔

17. O my son, establish the prayer and enjoin kindness and forbid iniquity,	اے میرے بیٹے قائم کر نماز اور حکم دے نیک کام کا اور منع کر برائی	يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ

and bear with patience upon what may befall you. *29 Indeed, that is of firmness in affairs. *30	سے اور صبر کر اس پر جو مصیبت تجھ پر پڑے۔ *29 بیشک یہ ہے بڑی ہمت کے کاموں میں۔ *30	الۡمُنۡكَرِ وَ اصۡبِرۡ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ‌ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ‌ ۚ‏ ﴿۱۷﴾

*29 In this there is a subtle allusion to this that whoever will enjoin good and forbid evil, will inevitably have to face and undergo afflictions and hardships in the world.

*29 اس میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جو شخص بھی نیکی کا حکم دینے اور بدی سے روکنے کا کام کرے گا اس پر مصائب کا نزول ناگزیر ہے۔ دُنیا لازماً ایسے شخص کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑ جاتی ہے اور اسے ہر قسم کی اذیتوں سے سابقہ پیش آکر رہتا ہے۔

*30 Another meaning can be: “These are things which require courage and resolution. To rise for the reformation of the people and to brave the hardships of the way cannot be the job of a mean-spirited and cowardly person.”

*30 دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔ اصلاحِ خلق کے لیے اُٹھنا اور اس کی مشکلات کو انگیز کرنا کم ہمت لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ ان کاموں میں سے ہے جن کے لیے بڑا دِل گردہ چاہیے۔

18. And do not turn in scorn your cheek toward people, *31 nor walk in the land exultantly. Indeed, Allah does not like each self-conceited boaster. *32	اور نہ ٹیڑھا کر اپنے گال لوگوں کے سامنے *31 اور نہ چل زمین میں اکڑ کر۔ بیشک اللہ نہیں پسند کرتا ہر اترانے والے شیخی خورے کو۔ *32	وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِى الۡاَرۡضِ مَرَحًا ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ‌ ۚ‏ ﴿۱۸﴾

*31 *Tusair* in the original is from *sear*, a disease in the camel's neck clue to which it keeps its face turned to one side. The idiom implies the attitude of a person who shows arrogance and vanity, turns his face away and treats others with scant respect.

*31 اصل الفاظ ہیں لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ۔ صَعَر عربی زبان میں ایک بیماری کو کہتے ہیں جو اونٹ کی گردن میں ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اُونٹ اپنا منہ ہر وقت ایک ہی طرف پھیرے رکھتا ہے۔ اس سے محاورہ نکلا فلان صعّر خدّہ، "فلاں شخص نے اونٹ کی طرح اپنا کلاّ پھیر لیا"، یعنی تکبر کے ساتھ پیش آیا اور منہ پھیر کر بات کی۔ قبیلۂ تغلب کا ایک شاعر عمرو بن حی کہتا ہے، وکنّا اذا الجبار صَعَّر خَدَّ * اقمنا لہ من میلہ فتقوّما ہم ایسے تھے کہ جب کبھی کسی جبار نے ہم سے بات کی تو ہم نے اس کی ٹیڑھ ایسی نکالی کہ وہ سیدھا ہوگیا۔"

*32 *Mukhtal* in the original implies a person who has a very high opinion of himself, and *fakhur* is the one who boasts of his superiority over others. A man becomes haughty and arrogant and vain in his gait only when he is puffed up with pride, and wants that others should feel his superiority.

*32 اصل الفاظ ہیں مختال اور فخور۔ مختال کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنی دانست میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتا ہو۔ اور فخور اس کو کہتے ہیں جو اپنی بڑائی کا دوسروں پر اظہار کرے۔ آدمی چال میں اکڑ اور اتراہٹ اور تبختر کی شان لازماً اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کے دماغ میں تکبر کی ہوا بھر جاتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دوسروں کو اپنی بڑائی محسوس کرائے۔

19. And be moderate in your walking, *33 and lower your voice. Indeed, the dislikeable of the voices is the voice of the donkey. *34	اور اعتدال اختیار کر اپنی چال میں *33 اور نیچی رکھ اپنی آواز۔ بیشک آوازوں میں سب سے ناپسندیدہ گدھے کی آواز ہے *34	وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝١٩

***33 According to some commentators it means this: "Walk neither fast nor slow but at a moderate pace", but the context shows that here the pace or the rate of walking is not the question. There is nothing morally wrong with a fast or a slow pace in itself, nor can there be a rule made for it. When a man is in a hurry, he has to walk fast, and there is nothing wrong if one walks slow when walking for pleasure. Even if there is a standard for the moderate pace, it cannot be made a law for every person at all times. What is actually meant by this is to reform the state of the self under which a person walks haughtily. The haughtiness and arrogance of a person inevitably manifests itself in his gait and style of walking, which shows the state of his mind and also the cause of his pride and haughtiness. Wealth, authority, beauty, knowledge, power and such other things cause a man to become proud and vain, and each of these gives him a special style of gait. Contrary to this, manifestation of humility in the gait is also the result of one or the other morbid mental state. Sometimes the hidden conceit of the self of a man takes on the form of ostentatious humility, piety and godliness and this is shown by his gait; and sometimes man really feels so embittered by the frustrations of the world that he adopts a sick man's gait. What Luqman meant to say is this: "Avoid these states of the mind and self and walk the gait of a simple, honest and noble person, which neither shows any vanity and haughtiness nor weakness nor ostentatious piety and humility."**

The taste of the Prophet's (peace be upon him) great

companions in this regard can be judged from a few instances. When Umar (may Allah be pleased with him) once saw a man walking with his head hung down, he shouted out to him, saying, “Walk with your head raised up. Islam is not sick.” He saw another person walking like a weak, sick man, and said, “Wretch! Do not sully our religion” Both these incidents show that in the sight of Umar religious piety did not at all require that one should walk cautiously, like the sick man and show undue humility by one’s gait. Whenever he saw a Muslim walking such a gait, he would have the apprehension that it would misrepresent Islam and would depress the other Muslims. A similar incident was once met with by Aishah (may Allah be pleased with her). She saw a person walking as if run down and exhausted. She asked what was the matter with him. It was said, “He is one of the reciters of the Quran (i.e. a person who remains engaged in reciting and teaching the Quran and in worship).” At this she said, “Umar was the chief of the reciters of the Quran, but as it was he would walk with a firm foot, and he would speak with force and strength, and he would give a good beating if he had to.” (See E.N. 43 of Surah Bani Israil and E.N. 79 of Surah Al-Furqan).

*33 بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ ”تیز بھی نہ چل اور آہستہ بھی نہ چل، بلکہ میانہ روی اختیار کر“، لیکن سیاقِ کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں رفتار کی تیزی و سستی زیر بحث نہیں ہے۔ آہستہ چلنا یا تیز چلنا اپنے اندر کوئی اخلاقی حسن و قبح نہیں رکھتا اور نہ اس کے لیے کوئی ضابطہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ آدمی کو جلدی کا کوئی کام ہو تو تیز کیوں نہ چلے۔ اور اگر وہ محض تفریحاً چل رہا ہو تو آخر آہستہ چلنے میں کیا قباحت ہے

میانہ روی کا اگر کوئی معیار ہو بھی تو ہر حالت میں ہر شخص کے لیے اسے ایک قاعدۂ کلیہ کیسے بنایا جا سکتا ہے ۔ دراصل جو چیز یہاں مقصود ہے وہ تو نفس کی اُس کیفیت کی اصلاح ہے جس کے اثر سے چال میں تبختر اور مسکینی کا ظہور ہوتا ہے ۔ بڑائی کا گھمنڈ اندر موجود ہو تو وہ لازماً ایک خاص طرز کی چال میں ڈھل کر ظاہر ہوتا ہے جسے دیکھ کر نہ صرف یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آدمی کسی گھمنڈ میں مبتلا ہے بلکہ چال کی شان یہ تک بتا دیتی ہے کہ کس گھمنڈ میں مبتلا ہے ۔ دولت ،اقتدار، حسن ، علم، طاقت اور ایسی ہی دوسری جتنی چیزیں بھی انسان کے اندر تکبر پیدا کرتی ہیں ان میں سے ہر ایک کا گھمنڈ اس کی چال کا ایک مخصوص ٹائپ پیدا کر دیتا ہے ۔ اس کے برعکس چال میں مسکینی کا ظہور بھی کسی نہ کسی مذموم نفسی کیفیت کے اثر سے ہوتا ہے ۔ کبھی انسان کے نفس کا مخفی تکبر ایک نمائشی تواضع اور دکھاوے کی درویشی و خدا رسیدگی کا روپ دھار لیتا ہے اور یہ چیز اس کی چال میں نمایاں نظر آتی ہے ۔اور کبھی انسان واقعی دنیا اور اس کے حالات سے شکست کھا کر اور اپنی نگاہ میں آپ حقیر ہو کر مریل چال چلنے لگتا ہے ۔ لقمان کی نصیحت کا منشا یہ ہے کہ اپنے نفس کی ان کیفیات کو دور کرو اور ایک سیدھے سادھے معقول اور شریف آدمی کی سی چال چلو جس میں نہ کوئی اینٹھ اور اکڑ ہو، نہ مریل پن ، اور نہ ریا کارانہ زہد و انکسار۔

صحابۂ کرام کا ذوق اس معاملہ میں جیسا کچھ تھا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ایک شخص کو سر جھکائے ہوئے چلتے دیکھا تو پکار فرمایا'' سر اُٹھا کر چل، اسلام مریض نہیں ہے ''۔ ایک اور شخص کو اُنھوں نے مریل چال چلتے دیکھا تو فرمایا '' ظالم ، ہمارے دین کو کیوں مارے ڈالتا ہے ۔''ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک دینداری کا منشا ہرگز یہ نہیں تھا کہ آدمی بیماروں کی طرح پھونک پھونک کر قدم رکھے اور خواہ مخواہ مسکین بنا چلا جائے ۔ کسی مسلمان کو ایسی چال چلتے دیکھ کر انہیں خطرہ ہوتا تھا کہ یہ چال دوسروں کے سامنے اسلام کی غلط نمائندگی کرے گی اور خود مسلمانوں کے اندر افسردگی پیدا کر دے گی۔ ایسا ہی واقعہ حضرت عائشہؓ کو پیش آیا ۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک صاحب بہت مضمحل سے بنے ہوئے چل رہے ہیں ۔پوچھا انہیں کیا ہو گیا ؟ عرض کیا گیا کہ یہ قرّاء میں سے ہیں (یعنی قرآن پڑھنے پڑھانے والے اور تعلیم و عبادت میں مشغول رہنے والے)۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا '' عمر سید القراء تھے ، مگر

ان کا حال یہ تھا کہ جب چلتے تو زور سے چلتے، جب بولتے تو قوت کے ساتھ بولتے اور جب پیٹتے تو خوب پیٹتے تھے"۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، تفسیر سورۂ بنی اسرائیل، حاشیہ ۴۳۔ تفسیر سورہ الفرقان، حاشیہ ۷۹)۔

***34 This does not mean that one should always speak in a low voice and should never raise one's voice. By citing the braying of the donkeys, it has been clearly indicated what some of the tone and voice in speech is meant to be discouraged. One kind of lowness and loudness, roughness and softness, of the tone and voice is that which is needed under natural and genuine requirements. For example, when speaking to a man close at hand, or to a small group of the people, one would speak in a low voice, and when speaking to a man at a distance or to a large number of the people, one would inevitably have to speak loudly. Similar is inevitably the difference in tones depending on the occasion and situation. The tone of praise has to be different from the tone of condemnation, and of the expression of goodwill from that of indignation. This thing is in no way objectionable. Nor does the admonition of Luqman imply that one should always speak in a soft and low voice and tone regardless of the occasion and requirement. What is objectionable is that one should shout oneself hoarse and produce a voice like the donkeys's braying in order to bully and debase and browbeat the other person.**

34*اس کا یہ منشا نہیں ہے کہ آدمی ہمیشہ آہستہ بولے اور کبھی زور سے بات نہ کرے۔ بلکہ گدھے کی آواز سے تشبیہ دے کر واضح کر دیا گیا ہے کہ مقصود کس طرح کے لہجے اور کس طرح کی آواز میں بات کرنے سے روکنا ہے۔ لہجے اور آواز کی ایک پستی و بلندی اور سختی و نرمی تو وہ ہوتی ہے جو فطری اور حقیقی ضروریات کے لحاظ

سے ہو۔ مثلاً قریب کے آدمی یا کم آدمیوں سے آپ مخاطب ہوں تو آہستہ بولیں گے۔ دُور کے آدمی سے بولنا ہو یا بہت سے لوگوں سے خطاب کرنا ہو تو لا محالہ زور ہی سے بولنا ہو گا۔ ایسا ہی فرق لہجوں میں بھی موقع و محل کے لحاظ سے لازماً ہوتا ہے۔ تعریف کا لہجہ مذمت کے لہجے سے اور اظہار خوشنودی کا لہجہ اظہار ناراضی کے لہجے سے مختلف ہونا ہی چاہیے۔ یہ چیز کسی درجہ میں بھی قابلِ اعتراض نہیں ہے، نہ لقمان کی نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس فرق کو مٹا کر بس ہمیشہ ایک ہی طرح نرم آواز اور پست لہجے میں بات کیا کرے۔ قابلِ اعتراض جو چیز ہے وہ تکبر کا اظہار کرنے اور دھونس جمانے اور دوسرے کو ذلیل و مرعوب کرنے کے لیے گلا پھاڑنا اور گدھے کی سی آواز میں بولنا ہے۔

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَاَسۡبَغَ عَلَيۡكُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ‌ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيۡرٍ ۝٢٠

کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے مسخر کر دیا ہے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں *35 اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور عطا کر دی ہیں تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی *36۔ اور لوگوں میں وہ ہے جو جھگڑتا ہے اللہ کے بارے میں *37 بغیر علم اور بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے۔ *38

20. Did you not see that Allah has subjected for you whatever is in the heavens *35 and whatever is on the earth. And He has bestowed upon you His favors, apparent and hidden. *36 And among mankind is he who disputes about Allah *37 without knowledge, and without guidance, and without an enlightening book. *38

*35 A thing can be subjected to somebody in two ways:
(1) The thing may be made subordinate to him and he may

be authorized to use and exploit it as he likes, and
(2) The thing may be subjected to a law and system so that it becomes useful for him and serves his interests accordingly. Allah has not subjected everything in the earth and heavens to man in one and the same sense, but has subjected certain things in the first sense and certain others in the second sense. For example, He has subjected the air, water, earth, fire, vegetation, minerals, cattle and many other things in the first sense, and the sun, the moon, etc. in the second sense.

*35 کسی چیز کو کسی کے لیے مسخر کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ چیز اس کے تابع کر دی جائے اور اسے اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور جس طرح چاہے اسے استعمال کرے۔ دوسری یہ کہ اس چیز کو ایسے ضابطہ کا پابند کر دیا جائے جس کی بدولت وہ اُس شخص کے لیے نافع ہو جائے اور اس کے مفاد کی خدمت کرتی رہے۔ زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ایک ہی معنی میں مسخر نہیں کر دیا ہے، بلکہ بعض چیزیں پہلے معنی میں مسخر کی ہیں اور بعض دوسرے معنی میں۔ مثلاً ہوا، پانی، مٹی، آگ نباتات، معدنیات، مویشی وغیرہ بے شمار چیزیں پہلے معنی میں ہمارے لیے مسخر ہیں، اور چاند، سورج، وغیرہ دوسرے معنی میں۔

*36 “Apparent favors” imply those favors which are perceived by man in one way or the other, or are known to him. And the “hidden favors” are those which are neither perceived by him nor are known to him. There are countless things in man’s own body and in the world outside him, which are working in his interest, but man is utterly unaware of the means which his Creator has provided for his protection and safety, for his development and provision of sustenance to him, and for his well-being and happiness. Research of man in the different branches of

science is revealing many such favors of God as were hidden from him before. And the favors and blessings which have so far been revealed are insignificant as against those which are still hidden from man.

*36 کھلی نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو آدمی کو کسی نہ کسی طرح محسوس ہوتی ہیں، یا جو اس کے علم میں ہیں۔ اور چھپی ہوئی نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں جنہیں آدمی نہ جانتا ہے نہ محسوس کرتا ہے ۔ بے حد و حساب چیزیں ہیں جو انسان کے اپنے جسم میں اور اس کے باہر دُنیا میں اس کے مفاد کے لیے کام کر رہی ہیں، مگر انسان کو ان کا پتہ تک نہیں ہے کہ اس کے خالق نے اس کی حفاظت کے لیے، اس کی رزق رسانی کے لیے، اس کے نشو ونما کے لیے، اور اس کی فلاح کے لیے کیا کیا سرو سامان فراہم کر رکھا ہے ۔ سائنس کے مختلف شعبوں میں انسان تحقیق کے جتنے قدم آگے بڑھاتا جا رہا ہے، اس کے سامنے خدا کی بہت سی وہ نعمتیں بے نقاب ہوتی جا رہی ہیں جو پہلے اس سے بالکل مخفی تھیں، اور آج تک جن نعمتوں پر سے پردہ اٹھا ہے وہ ان نعمتوں کے مقابلے میں درحقیقت کسی شمار میں بھی نہیں ہیں جن پر سے اب تک پردہ نہیں اٹھا ہے ۔

*37 “Who disputes about Allah”: Who wrangle and dispute about questions such as these: Does Allah exist or not? Is He One God alone, or are there other gods also? What are His attributes and what is their nature? What is the nature of His relationship with His creations etc.?

*37 یعنی اس طرح کے مسائل میں جھگڑے اور بحثیں کرتے ہیں کہ مثلاً اللہ ہے بھی یا نہیں؟ اکیلا وہی ایک خدا ہے یا دوسرے خدا بھی ہیں؟ اس کی صفات کیا ہیں اور کیسی ہیں؟ اپنی مخلوقات سے اسکے تعلق کی کیا نوعیت ہے؟ وغیرہ

*38 That is, they neither have any means of knowledge by which they might themselves have observed or experienced the reality directly, nor do they have the guidance of a guide available to them, who might have guided them after

observing the reality, nor do they possess a divine Book, which might be the basis of their belief.

*38 یعنی نہ تو ان کے پاس کوئی ایسا ذریعۂ علم ہے جس سے انہوں نے براہ راست خود حقیقت کا مشاہدہ یا تجربہ کرلیا ہو، نہ کسی ایسے رہنما کی رہنمائی اِنہیں حاصل ہے جس نے حقیقت کا مشاہدہ کر کے انہیں بتایا ہو، اور نہ کوئی کتاب الٰہی ان کے پاس ہے جس پر یہ اپنے عقیدے کی بنیاد رکھتے ہوں۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَیۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوۡ كَانَ الشَّیۡطٰنُ یَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیۡرِ ﴿۲۱﴾	اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ پیروی کرو اسکی جو نازل فرمایا ہے اللہ نے ۔ کہتے ہیں بلکہ ہم پیروی کریں گے اسی کی ہم نے پایا جس پر اپنے باپ دادوں کو ۔ بھلا اگرچہ شیطان بلاتا ہو انکو دوزخ کے عذاب کی طرف ۔ *39	21. And when it is said to them: Follow that which Allah has sent down, they say: But we shall follow that we found upon which our fathers. Even if Satan has been inviting them to the punishment of the blazing fire. *39

*39 That is, it is not at all necessary that the forefathers of every person and every family and nation should have been on the right path. The mere argument that a particular way of life had been bequeathed by the elders cannot be a proof of its being right also. No sane person can commit the folly that he should blindly go on following the way of his forefathers even if they were not rightly guided, and should never bother to find out where the way is leading him.

*39 یعنی ہر شخص اور ہر خاندان اور ہر قوم کے باپ دادا کا حق پر ہونا کچھ ضروری نہیں ہے ۔ محض یہ بات کہ یہ طریقہ باپ دادا کے وقتوں سے چلا آرہا ہے ہرگز اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ یہ حق بھی ہے ۔ کوئی عقلمند آدمی یہ نادانی کی حرکت نہیں کر سکتا کہ اگر اس کے باپ دادا گمراہ رہے ہوں تو وہ بھی آنکھیں بند کر کے انہی کی راہ پر چلے جائے اور کبھی یہ تحقیق کرنے کی ضرورت نہ محسوس کرے کہ یہ راہ جا کدھر رہی ہے ۔

22. And whoever surrenders his face to Allah,*40 and he is a doer of good,*41 then certainly he has grasped a firm support.*42 And to Allah is the outcome of all matters.

اور جس نے جھکا دیا اپنا چہرہ اللہ کے سامنے*40 اور وہ ہوا نیکوکار*41 تو یقیناً اس نے تھام لیا ایک مضبوط سہارا۔*42 اور اللہ کی طرف ہے انجام سب معاملات کا۔

وَ مَنۡ یُّسۡلِمۡ وَجۡهَهٗۤ اِلَی اللّٰہِ وَ ہُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۲۲﴾

*40 "Whoever surrenders his face to Allah": Who submits himself wholly to the service of Allah, entrusts all his affairs to Him and makes His guidance the law of his entire life.

*40 یعنی پوری طرح اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دے دے اپنی کوئی چیز اس کی بندگی سے مستثنیٰ کر کے نہ رکھے اپنے سارے معاملات اس کے سپرد کر دے اور اسی کی دی ہوئی ہدایات کو اپنی پوری زندگی کا قانون بنائے

*41 That is, practically also he should adopt the attitude of an obedient servant of Allah.

*41 یعنی ایسا نہ ہو کہ زبان سے تو وہ حوالگی و سپردگی کا اعلان کر دے مگر عملاً وہ رویہ اختیار نہ کرے جو خدا کے ایک مطیع فرمان بندے کا ہونا چاہیے۔

*42 That is, he will neither have the apprehension that he will be misguided, nor the fear that he will meet an evil end after having served Allah.

*42 یعنی نہ اس کو اس بات کا کوئی خطرہ کہ اسے غلط رہنمائی ملے گی، نہ اس بات کا کوئی اندیشہ کہ خدا کی بندگی کر کے اس کا انجام خراب ہو گا۔

23. And whoever disbelieves, so let not grieve you his disbelief.*43 To Us is their return, then

اور جو کفر کرے تو نہ غمناک کر دے تمہیں اسکا کفر۔*43 ہماری طرف انکو لوٹ کر آنا ہے پھر ہم جتا دیں

وَ مَنۡ کَفَرَ فَلَا یَحۡزُنۡکَ کُفۡرُہٗ ؕ اِلَیۡنَا مَرۡجِعُہُمۡ

فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٣﴾	گے انکو جو وہ کیا کرتے تھے ۔ بیشک اللہ واقف ہے اس سے جو سینوں میں ہے ۔	We shall surely inform them of what they used to do. Indeed, Allah is Aware of what is in the breasts.

*43 This means to say, "O Prophet, the one who refuses to listen to you, thinks that by rejecting Islam and insisting on unbelief he has harmed you, but in fact he has not harmed you but harmed only himself. If he does not listen to you, you need not bother yourself about him at all."

*43 خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی، جو شخص تمہاری بات ماننے سے انکار کرتا ہے وہ اپنے نزدیک تو یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اسلام کو رد کر کے اور کفر پر اصرار کر کے تمہیں زک پہنچائی ہے، لیکن دراصل اس نے زک اپنے آپ کو پہنچائی ہے ۔ اس نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا، اپنا کچھ بگاڑا ہے ۔ اگر وہ نہیں مانتا تمہیں پرواکرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٢٤﴾	ہم پہنچائیں گے انکو آسائش زندگی تھوڑی سی پھر ہم کھینچ لائیں گے انہیں عذاب شدید کی طرف ۔	24. We will provide them enjoyment of life for a little, then We shall drag them to severe punishment.
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾	اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو ۔ تو ضرور کہیں گے اللہ نے ۔ کہدو تمام حمد ہے اللہ کے لئے *44 لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ۔ *45	25. And if you ask them: Who has created the heavens and the earth. They would certainly say: Allah. Say: All the praises be to Allah. *44 But most of them do not know. *45

*44 That is, “Thank God that you at least know this and believe in this. But if this be the reality, all praise should then belong to Allah alone. How can any other being deserve praise when it has no share whatever in the creation of the universe?”

44*یعنی شکر ہے کہ تم اتنی بات تو جانتے اور مانتے ہو۔ لیکن جب حقیقت یہ ہے تو پھر حمد ساری کی ساری صرف اللہ ہی کے لیے ہونی چاہیے۔ دوسری کوئی ہستی حمد کی مستحق کیسے ہو سکتی ہے جبکہ تخلیق کائنات میں کوئی اس کا حصہ ہی نہیں ہے۔

*45 That, is, “Most of the people do not know what are the inevitable results and demands of accepting Allah as the Creator of the universe, and what contradicts it. When a person acknowledges Allah as the Creator of the earth and the heavens. He should also acknowledge that Allah alone is the Deity and Lord: that He alone is worthy of worship and obedience: that He alone can be invoked for needs, and no one other than Him can be the Law-Giver and Ruler of His creation. To acknowledge one as the Creator and another as the deity is contrary to reason and a contradiction in terms, which can be upheld only by an ignorant person. Likewise, it would be a contradiction in terms to believe in one Being as the Creator and to regard another from among the creation as remover of hardships or as a deity and possessor of power and authority and sovereignty, which no reasonable person will acknowledge and accept.”

45* یعنی اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ کو خالقِ کائنات ماننے کے لازمی نتائج اور تقاضے کیا ہیں، اور کونسی باتیں اس کی نقیض پڑتی ہیں۔ جب ایک شخص یہ مانتا ہے کہ زمین اور آسمانوں کا خالق صرف اللہ ہے تو لازماً اس کو یہ بھی ماننا چاہیے کہ الٰہ اور رب بھی صرف اللہ ہی ہے، عبادت اور طاعت و بندگی کا مستحق بھی تنہا

وہی ہے، تعریف و تحمید بھی اس کے سوا کسی دوسرے کی نہیں کی جا سکتی، دعائیں بھی اس کے سوا کسی اور سے نہیں مانگی جا سکتیں ، اور اپنی مخلوق کے لیے شارع اور حاکم بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا ۔ خالق ایک ہو اور معبود دوسرا، یہ بالکل عقل کے خلاف ہے ، سراسر متضاد بات ہے جس کا قائل صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو جہالت میں پڑا ہوا ہو ۔ اسی طرح ایک ہستی کو خالق ماننا اور پھر دوسری ہستیوں میں سے کسی کو حاجت روا و مشکل کشا ٹھیرانا، کسی کے آگے سرِ نیاز جھکانا، اور کسی کو حاکمِ ذی اختیار اور مطاعِ مطلق تسلیم کرنا، یہ سب بھی باہم متناقض باتیں ہیں جنہیں کوئی صاحب علم انسان قبول نہیں کر سکتا ۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِيُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۲۶﴾	اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں *46 ۔ بیشک اللہ ہی ہے بے نیاز لائق حمد ۔ *47	26. To Allah belongs whatever is in the heavens and in the earth. *46 Indeed Allah, He is Free of need, the Owner of Praise. *47

*46 That is, "The reality is not merely this that Allah is the Creator of the earth and the heavens, but in fact He alone is the Master of all things found in the earth and heavens. Allah has not created his universe and left it to others to become masters of the whole or a part of it, but He Himself is Master of His creation and everything that exists in this universe is His. Here, He alone possesses divine rights and powers and no one else."

*46 یعنی حقیقت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے بلکہ درحقیقت وہی ان سب چیزوں کا مالک بھی ہے جو زمین و آسمانوں میں پائی جاتی ہیں ۔ اللہ نے اپنی یہ کائنات بنا کر یوں ہی نہیں چھوڑ دی ہے کہ جو چاہے اس کا، یا اسکے کسی حصے کا مالک بن بیٹھے ۔ اپنی خلق کا وہ آپ ہی مالک ہے اور ہر چیز جو اس کائنات میں موجود ہے وہ اُس کی ملک ہے ۔ یہاں اس کے سوا کسی کی بھی یہ حیثیت

نہیں ہے کہ اُسے خداوندانہ اختیارات حاصل ہوں۔

*47 This has been explained in E. N. 19 above.

*47 اس کی تشریح حاشیہ نمبر۱۹ میں گزر چکی ہے۔

27. And if whatever are, on the earth, the trees (and they become) pens, and the ocean (ink), replenishing thereafter with seven more oceans, would not exhaust the words of Allah. *48 Indeed, Allah is All Mighty, All Wise.	اور اگر جتنے ہیں زمین میں درخت (اور ہوجائیں وہ) قلم اور سمندر (سیاہی)۔ پھر ہوجائیں اسکے بعد سات اور سمندر تو نہ ختم ہوں باتیں اللہ کی۔ *48 بیشک اللہ ہے غالب حکمت والا۔	وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾

*48 "Words of Allah": Allah's creative works and the manifestations of His power and wisdom. This very theme has been presented in Surah Al-Kahf: Ayat 109 a little differently. A person might think there is exaggeration in this, but if one considers the matter a little deeply, one will feel that there is in tact no exaggeration whatsoever in it. All the pens that can be made from the trees of the world and all the ink that can be provided by the oceans of the world, which are replenished by seven more oceans, cannot perhaps help prepare a complete list of all the creations in the universe, not to speak of all the manifestations of Allah's power and wisdom and creative works. When it is impossible even to count all the things found on the earth only, how can one bring into writing all the creations found

in this limitless universe?
Here, the object is to make man realize that no creature can become a deity and an associate in the works of Allah, Who has brought into being such a vast Universe, Who is administering its affairs and Whose powers and resources are limitless. Not to speak of becoming an associate in the administration of this vast Kingdom, it is not within the power of any creation to obtain a mere nodding acquaintance with the minutest portion of it. How can then one imagine that one or the other creation can have any share in the divine powers and authority on the basis of which it may answer prayers and make or un-make destinies?

48* اللہ کی باتوں سے مراد ہیں اس کے تخلیقی کام اور اس کی قدرت و حکمت کے کرشمے۔ یہ مضمون اس سے ذرا مختلف الفاظ میں سورۃ الکھف آیت ۱۰۹ میں بھی بیان ہوا ہے۔ بظاہر ایک شخص یہ گمان کرے گا شاید اس قول میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ لیکن اگر آدمی تھوڑا سا غور کرے تو محسوس ہو گا کہ درحقیقت اس میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں ہے۔ جتنے قلم اس زمین کے درختوں سے بن سکتے ہیں اور جتنی روشنائی زمین کے موجودہ سمندر اور ویسے ہی سات مزید سمندر فراہم کر سکتے ہیں، ان سے اللہ کی قدرت و حکمت اور اس کی تخلیق کے سارے کرشمے تو درکنار، شائد موجودات عالِم کی مکمل فہرست بھی نہیں لکھی جا سکتی۔ تنہا اس زمین پر جتنی موجودات پائی جاتی ہیں انہی کا شمار مشکل ہے کجاکہ اس اتھاہ کائنات کی ساری موجودات ضبطِ تحریر میں لائی جا سکیں۔
اس بیان سے دراصل یہ تصوّر دلانا مقصود ہے کہ جو خدا اتنی بڑی کائنات کو وجود میں لایا ہے اور ازل سے ابد تک اس کا سارا نظم ونسق چلا رہا ہے اس کی خدائی میں اُن چھوٹی چھوٹی ہستیوں کی حیثیت ہی کیا ہے جنہیں تم معبود بنائے بیٹھے ہو۔ اس عظیم الشان سلطنت کے چلانے میں دخیل ہونا تو درکنار، اس کے کسی اقل قلیل جز سے پوری واقفیت اور محض واقفیت تک کسی مخلوق کے بس کی چیز نہیں ہے۔ پھر بھلا یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کو یہاں خداوندانہ اختیارات کا کوئی ادنیٰ سا حصہ بھی مل سکے جس کی بنا پر وہ

دعائیں سننے اور قسمتیں بنانے اور بگاڑنے پر قادر ہو۔

مَّا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾	نہیں تمہارا پیدا کرنا اور نہ دوبارہ اٹھانا ہے مگر جیسے ایک شخص کا۔ بیشک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا *49 ۔	28. Neither creating you all, nor raising you again is but as a single soul. Indeed, Allah is All Hearer, All Seer. *49

*49 That is, "He is hearing every sound in the universe distinctly at one and the same time, and no sound can absorb his hearing so completely that He may hear no other sound. Likewise, He is seeing the whole universe in each of its details as to thing and event at one and the same time and nothing can absorb His sight so completely that He may see nothing else. The same precisely is the case concerning the creation of men and their re-creation also. He can re-create instantaneously all the men who have been born since the beginning of the creation and will be born till the end of time, His creative power is not absorbed so completely in the creation of one man that He may be unable to create other men at the same time. For Him the creation of one man and of the billions of men, therefore, is equal and one and the same thing."

*49 یعنی وہ بیک وقت ساری کائنات کی آوازیں الگ الگ سن رہا ہے اور کوئی آواز اس کی سماعت کو اس طرح مشغول نہیں کرتی کہ اسے سنتے ہوئے وہ دوسری چیزیں نہ سن سکے ۔ اسی طرح وہ بیک وقت ساری کائنات کو اس کی ایک ایک چیز اور ایک ایک واقعہ کی تفصیل کے ساتھ دیکھ رہا ہے اور کسی چیز کے دیکھنے میں اس کی بینائی اس طرح مشغول نہیں ہوتی کہ اسے دیکھتے ہوئے وہ دوسری چیزیں نہ دیکھ سکے ۔ ٹھیک ایسا ہی معاملہ انسانوں کے پیدا کرنے اور دوبارہ وجود میں لانے کا بھی ہے ۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک جتنے آدمی

بھی پیدا ہوئے ہیں اور آئندہ قیامت تک ہوں گے ان سب کو وہ ایک آن کی آن میں پھر پیدا کر سکتا ہے ۔
اس کی قدرتِ تخلیق ایک انسان کو بنانے میں اس طرح مشغول نہیں ہوتی کہ اسی وقت وہ دوسرے انسان نہ
پیدا کر سکے ۔ اس کے لیے ایک انسان کا بنانا اور کھربوں انسانوں کا بنا دینا یکساں ہے ۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَ يُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجۡرِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۹﴾

کیا نہیں تم نے دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور مسخر کر رکھا ہے اسی نے سورج اور چاند کو *50 ۔ ہر ایک چل رہا ہے ایک وقت مقرر تک *51 اور یہ کہ اللہ ہے اس سے جو تم کرتے ہو باخبر۔

29. Have you not seen that Allah causes to enter the night into the day, and causes to enter the day into the night, and He has subjected the sun and the moon, *50 each running to an appointed term, *51 and that Allah is, of whatever you do, All Aware.

*50 That is, the appearance and alternation of the day and night consistently and regularly by itself shows that the sun and the moon have been subjected to a system. The sun and the moon have been mentioned here in particular because both these are the most prominent bodies of the heaven, which man has been worshiping as deities since the earliest times, and which many people worship as gods even today. The fact, however, is that Allah has bound all the stars and planets of the universe including the earth into an unalterable system from which they cannot deviate even by an inch.

*50 یعنی رات اور دن کا پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ آنا خود یہ ظاہر کر رہا ہے کہ سورج اور چاند پوری طرح

ایک ضابطہ میں کسے ہوئے ہیں ۔ سورج اور چاند کا ذکر یہاں محض اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ دونوں عالمِ بالا کی وہ نمایاں ترین چیزیں ہیں جن کو انسان قدیم زمانے سے معبود بناتا چلا آرہا ہے اور آج بھی بہت سے انسان انھیں دیوتا مان رہے ہیں ۔ ورنہ درحقیقت زمین سمیت کائنات کے تمام تاروں اور سیاروں کو اللہ تعالیٰ نے ایک اٹل ضابطے میں کس رکھا ہے جس سے وہ یک سرِ مو ہٹ نہیں سکتے ۔

*51 That is, nothing in the world, whether the sun or the moon, or any other star or planet, in the universe, is eternal and ever-lasting. Everything has a term for it and can function only till its expiry. Everything has a beginning in time before which it was not there and an end in time after which it will not be there. This means to imply that such temporal and powerless things cannot become the deities of men.

*51 یعنی ہر چیز کی جو مدّت مقرر کر دی گئی ہے اسی وقت تک وہ چل رہی ہے ۔ سورج ہو یا چاند، یا کائنات کا کوئی اور تارا یا سیارہ، ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ازلی ہے نہ ابدی ۔ ہر ایک کا ایک وقت آغاز ہے جس سے پہلے وہ موجود نہ تھی، اور ایک وقت اختتام ہے جس کے بعد وہ موجود نہ رہے گی ۔ اس ذکر سے مقصود یہ جتانا ہے کہ ایسی حادث، اور بے بس چیزیں آخر معبود کیسے ہو سکتی ہیں ۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۳۰

یہ اس لئے کہ اللہ ہی برحق ہے *52 اور یہ کہ جس کو وہ پکارتے ہیں اسکے سوا وہ باطل ہے *53 ۔ اور یہ کہ اللہ ہی ہے عالی رتبہ بڑائی والا ۔ *54

30. That is so because Allah, He is the Truth, *52 and that what they call other than Him is falsehood, *53 and that Allah, He is the Sublime, the Great. *54

*52 That is, "The real Sovereign is Allah. He alone is the real Owner of power and authority over the creation and its

disposal.”

*52یعنی حقیقی فاعل مختار ہے، خلق وتدبیر کے اختیارات کا اصل مالک ہے۔

*53 That is, “They are figments of your own imagination. You have yourselves presumed that so-and-so has got a share in Godhead, and so-and-so has been given the powers to remove hardships and fulfill needs, whereas in fact none of them has any power to make or un-make anything.”

*53 یعنی وہ سب محض تمہارے تخیلّات کے آفریدہ خدا ہیں۔ تم نے فرض کر لیا ہے کہ فلاں صاحب خدائی میں کوئی دخل دکھتے ہیں اور فلاں حضرت کو مشکل کشائی و حاجت روائی کے اختیارات حاصل ہیں۔ حالانکہ فی الواقع ان میں سے کوئی صاحب بھی کچھ نہیں بنا سکتے۔

*54 That is, “He is the Highest of all before Whom everything is low, and He is the Greatest of all before Whom everything is small.”

*54یعنی ہر چیز سے بالا تر جس کے سامنے سب پست ہیں، اور ہر چیز سے بزرگ جس کے سامنے سب چھوٹے ہیں۔

31. Have you not seen that the ships sail through the sea by the favor of Allah, that He may show you of His signs. *55 Indeed, in that are signs for every steadfast, grateful. *56	کیا نہیں تم نے دیکھا کہ جہاز چلتے ہیں سمندر میں مہربانی سے اللہ کی۔ تاکہ وہ تمکو دکھائے اپنی کچھ نشانیاں *55۔ بیشک اسمیں نشانیاں ہیں ہراس کے لئے جو صبر کرنے والا شکر کرنے والا ہے۔ *56	اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾

*55 That is, such signs show that all powers rest only with Allah. Man may make as strong and suitable ships for his

sea journeys as he likes, and may achieve whatever perfection in marine science and in the related knowledge and experience, these by themselves cannot avail him anything to perform safe voyages especially when confronted by the terrible forces at the sea, unless he is succored by the grace of Allah. As soon as Allah's grace is withdrawn, man immediately realizes how meager and insufficient are the means and resources and knowledge of the sciences. Similarly, man in the state of peace and security may be a hardened atheist or polytheist, but when his boat loses balance in the storm at sea, even the atheist comes to realize that there is God and the polytheist that there is only One God.

55* یعنی ایسی نشانیاں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اختیارات بالکل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں ۔ انسان خواہ کیسے ہی مضبوط اور بحری سفر کے لیے موزوں جہاز بنا لے اور جہاز رانی کے فن اور اس سے تعلق رکھنے والی معلومات اور تجربات میں کتنا ہی کمال حاصل کر لے ، لیکن سمندر میں جن ہولناک طاقتوں سے اس کو سابقہ پیش آتا ہے ان کے مقابلے میں وہ تنہا اپنی تدابیر کے بل بوتے پر بخیریت سفر نہیں کر سکتا جب تک اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ اس کی نگاہ کرم پھرتے ہی آدمی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے ذرائع و وسائل اور کمالات فن کتنے پانی میں ہیں ۔ اسی طرح آدمی امن واطمینان کی حالت میں چاہے کیسا ہی سخت دہریہ یا کٹا مشرک ہو، لیکن سمندر کے طوفان میں جب اس کی کشتی ڈولنے لگتی ہے اس وقت دہریے کو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا ہے ، اور مشرک بھی جان لیتا ہے کہ خدا بس ایک ہی ہے ۔

56* That is, when the people who possess these two qualities, recognize the reality by these signs, they come to understand *Tauhid* clearly and stick to it firmly. The first quality is that they should be patient: they should not be fickle but fine and persistent: they should remain steadfast

on the righteous belief under all circumstances, pleasant or unpleasant, difficult or easy, favorable or unfavorable. They should not have the weakness that when the hard times come they Stan imploring God humbly, and when they change into good times, they forget God altogether. Or that, to the contrary, they should worship God in good times and start cursing Him when touched by afflictions and misfortunes. The other quality is that they should be grateful: they should not prove ungrateful and thankless: but appreciative of favor and should remain perpetually disposed from within to render thanks to the one who conferred the favor.

56*یعنی جن لوگوں میں یہ دونوں صفات پائی جاتی ہیں وہ جب ان نشانیوں سے حقیقت کو پہچانتے ہیں تو ہمیشہ کے لیے توحید کا سبق حاصل کر کے اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جاتے ہیں ۔ پہلی صفت یہ کہ وہ صبار(بڑے صبر کرنے والے) ہوں۔ ان کے مزاج میں تلوّن نہ ہو بلکہ ثابت قدمی ہو۔ گوارا اور ناگوار، سخت اور نرم، اچھے اور برے، تمام حالات میں ایک عقیدۂ صالحہ پر قائم رہیں ۔ یہ کمزوری ان میں نہ ہو کہ برا وقت آیا تو خدا کے سامنے گڑگڑانے لگے اور اچھا وقت آتے ہی سب کچھ بھول گئے ، یا اس کے برعکس اچھے حالات میں خدا پرستی کرتے رہے اور مصائب کی ایک چوٹ پڑتے ہی بدل گئے۔ دوسری صفت یہ کہ وہ شکور(بڑے شکر کرنے والے) ہوں۔ نمک حرام اور احسان فراموش نہ ہوں بلکہ نعمت کی قدر پہچانتے ہوں اور نعمت دینے والے کے لیے ایک مستقل جذبۂ شکر و سپاس اپنے دل میں جاگزیں رکھیں ۔

وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى	اور جب چھا جاتی ہے ان پر موج سائبانوں کی طرح۔ پکارنے لگتے ہیں اللہ کو خالص کر کے اسکے لئے اپنا دین۔ پھر جب وہ انکو نجات دیتا	32. And when enshrouds them a wave like the canopy, they call to Allah, making sincere for Him their faith. Then when He delivers

الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا
يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ
كَفُوْرٍ ۝٣٢

ہے خشکی کی طرف تو ان میں کوئی
میانہ رو رہتا ہے*57۔ اور نہیں
انکار کرتا ہماری نشانیوں سے مگر ہر وہ
جو ہے عہد شکن ناشکرا۔*58

them to land, then some among them follow the middle path. *57 And none denies Our signs except everyone who is treacherous ungrateful. *58

*57 "*Iqtisad*" in the original may mean uprightness or moderateness. In the first case, the verse would mean: "A few of them only remain steadfast on *Tauhid*, which they had promised to follow when overwhelmed by the storm, and this makes them adhere to uprightness ever afterwards." If it is taken to mean moderateness, it would mean: Some of them become moderate and less rigid in their creed of atheism and polytheism, or they lose some of their fervor and enthusiasm that had been caused by the incident of calamity. Most probably Allah has used this meaningful sentence here in order to allude to all the three states simultaneously. The object probably is to point out the fact that during the storm at sea the mind of everybody is automatically set right, and everybody gives up atheism and polytheism and starts invoking One Allah for help. But as soon as they safely land on the shore, only a few of them seem to have learned any enduring lesson from their experience. Then, this small number also is divided into three groups: those who adopt uprightness ever afterwards, and those who become moderate in their disbelief, and Those who retain some of the spirit of enthusiasm caused temporarily by the calamity.

*57 اس کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں ۔ اقتصاد کو اگر راست روی کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اُن میں سے کم ہی ایسے نکلتے ہیں جو وہ وقت گزر جانے کے بعد بھی اُس توحید پر ثابت قدم رہتے ہیں جس کا اقرار انہوں نے طوفان میں گھِر کر کیا تھا اور یہ سبق ہمیشہ کے لیے ان کو راست رو بنا دیتا ہے ۔ اور اگر اقتصاد بمعنی توسط و اعتدال لیا جائے تو اس کا ایک مطلب یہ ہوگا کہ ان میں سے بعض لوگ اپنے شرو دہریت کے عقیدے میں اُس شدّت پر قائم نہیں رہتے جس پر اس تجربے سے پہلے تھے ، اور دوسرا مطلب یہ ہوگا کہ وہ وقت گزر جانے کے بعد ان میں سے بعض لوگوں کے اندر اخلاص کی وہ کیفیت ٹھنڈی پڑ جاتی ہے جو اس وقت پیدا ہوئی تھی ۔ اغلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ ذو معنی فقرہ بیک وقت ان تینوں کیفیتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال فرمایا ہو۔ مدّعا غالباً یہ بتانا ہے کہ بحری طوفان کے وقت تو سب کا دماغ درستی پر آجاتا ہے اور شرک و دہریت کو چھوڑ کر سب کے سب خدائے واحد کو مدد کے لیے پکارنا شروع کر دیتے ہیں ۔ لیکن خیریت سے ساحل پر پہنچ جانے کے بعد ایک قلیل تعداد ہی ایسی نکلتی ہے جس نے اس تجربے سے کوئی پائدار سبق حاصل کیا ہو۔ پھر یہ قلیل تعداد بھی تین قسم کے گروہوں میں بٹ جاتی ہے ۔ ایک وہ جو ہمیشہ کے لیے سیدھا ہوگیا۔ دوسرا وہ جس کا کفر کچھ اعتدال پر آگیا ۔ تیسرا وہ جس کے اندر اس ہنگامی اخلا ص میں سے کچھ نہ کچھ باقی رہ گیا۔

***58 These two qualities are the antithesis of the two qualities mentioned in the preceding verse. A treacherous person is he who is utterly disloyal and who has no regard for his promise and pledge, and the ungrateful he who does not acknowledge the good and the gains and the benefits received by him, and even behaves rebelliously towards his benefactor. The people having these qualities return to their disbelief, their atheism and their polytheism without any hesitation as soon as the danger has been averted. They do not admit that they had perceived some signs in their own selves as well as outside themselves of Allah's existence and**

of His being only One when overwhelmed by the storm, and their invoking Allah was in fact the result of their recognition of the same reality. The atheists among them explain away their act, saying, "It was a weakness which we manifested in the state of confusion and bewilderment, whereas there exists no God, Who might have saved us from the storm: we in fact succeeded in escaping by virtue of such and such a device and means and resources." As for the mushriks, they generally say, "We had the succor and protection of such and such a saint or god and goddess available to us by virtue of which we escaped." Therefore, as soon as they land on the shore, they start giving thanks to these false gods and presenting offerings at their shrines. They do not bother to think that when they had lost hope, there was none beside Allah, the One, whom they might have implored and invoked for help.

58* یہ دو صفات اُن دو صفتوں کے مقابلے میں ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے کی آیت میں کیا گیا تھا۔ غدار وہ شخص ہے جو سخت بے وفا ہو اور اپنے عہد و پیماں کا کوئی پاس نہ رکھے ۔ اور ناشکرا وہ ہے جس پر خواہ کتنی ہی نعمتوں کی بارش کر دی جائے وہ احسان مان کر نہ دے اور اپنے محسن کے مقابلے میں سرکشی سے پیش آئے یہ صفات جن لوگوں میں پائی جاتی ہیں وہ خطرے کا وقت ٹل جانے کے بعد بے تکلف اپنے کفر، اپنی دہریت اور اپنے شرک کی طرف پلٹ جاتے ہیں ۔ وہ یہ نہیں مانتے کہ انہوں نے طوفان کی حالت میں خدا کے ہونے اور ایک ہی خدا کے ہونے کی کچھ نشانیاں خارج میں بھی اور خود اپنے نفس میں بھی پائی تھیں اور ان کا خدا کو پکارنا اسی وجدانِ حقیقت کا نتیجہ تھا ۔ ان میں سے جو دہریے ہیں وہ اپنے اس فعل کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ وہ تو ایک کمزوری تھی جو بحالتِ اضطراب ہم سے سرزد ہو گئی، ورنہ درحقیقت خدا کوئی نہ تھا جس نے ہمیں طوفان سے بچایا ہو، ہم تو فلاں فلاں اسباب و ذرائع سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ رہے مشرکین، تو وہ بالعموم یہ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگوں، یا دیوی دیوتاؤں کا سایہ ہمارے سر پر تھا جس کے طفیل ہم بچ گئے، چنانچہ

ساحل پر پہنچتے ہی وہ اپنے معبودانِ باطل کے شکریے ادا کرنے شروع کر دیتے ہیں اور انہی کے آستانوں پر چڑھاوے چڑھانے لگتے ہیں ۔ یہ خیال تک انھیں نہیں آتا کہ جب ساری اُمیدوں کے سہارے ٹوٹ گئے تھے اُس وقت اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی نہ تھا جس کا دامن انہوں نے تھاما ہو۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿٣٣﴾

اے لوگو ڈرو اپنے رب سے اور خوف کرو اس دن کا کہ نہ کچھ کام آئے باپ اپنے بیٹے کے اور نہ اولاد ہی کچھ کام آسکے اپنے باپ کے کچھ بھی *59 ۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے *60 پس نہ ڈالے دھوکے میں تم کو زندگی دنیا کی۔ *61 اور نہ فریب دے تمہیں اللہ کے بارے میں فریبی۔ *62

33. O mankind: Fear your Lord and fear a day when, shall not avail a father for his son, nor a son, he shall avail for his father anything at all. *59 Indeed, Allah's promise is the truth. *60 So let not deceive you the life of the world, *61 nor let deceive you about Allah, the deceiver. *62

*59 That is, "The relationship of a person with his friend, or his leader, or his spiritual guide, etc. is not that close and intimate as the relationship that exists between the children and their parents. But on the Day of Resurrection even the son and the father will not be able to help each other. The father will not have the courage to come forward and say that he may be seized instead of the son for his sins, nor will the son have the nerve to say that he may be sent to Hell instead of the father. How can then a person expect that one will be able to avail something for the other there?

Therefore, foolish is the person who spoils his Hereafter in the world for the sake of another, or adopts the way of sin and deviation by dependence on others. Here, one should keep in view the theme of verse 15, in which the children have been admonished not to accept deviation in the matter of the faith and religion on behest of the parents, though in affairs of mundane life they are duty bound to serve them as best as they can."

*59 یعنی دوست ، لیڈر، پیر اور اسی طرح کے دوسرے لوگ تو پھر بھی دور کا تعلق رکھنے والے ہیں ، دنیا میں قریب ترین تعلق اگر کوئی ہے تو وہ اولاد اور والدین کا ہے ۔ مگر وہاں حالت یہ ہوگی کہ بیٹا پکڑا گیا ہو تو باپ آگے بڑھ کر یہ نہیں کہے گا کہ اسکے گناہ میں مجھے پکڑ لیا جائے ، اور باپ کی شامت آ رہی ہو تو بیٹے میں یہ کہنے کی ہمت نہیں ہوگی کے اس کے بدلے مجھے جہنم میں بھیج دیا جائے ۔ اس حالت میں یہ توقع کرنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ کوئی دوسرا شخص وہاں کسی کے کچھ کام آئے گا ۔ لہٰذا نادان ہے وہ شخص جو دنیا میں دوسروں کی خاطر اپنی عاقبت خراب کرتا ہے ، یا کسی کے بھروسے پر گمراہی اور گناہ کا راستہ اختیار کرتا ہے ۔ اس مقام پر آیت نمبر ۱۵ کا مضمون بھی نگاہ میں رہنا چاہیے جس میں اولاد کو تلقین کی گئی تھی کہ دُنیوی زندگی کے معاملات میں والدین کی خدمت کرنا تو بے شک برحق ہے مگر دین و اعتقاد کے معاملے میں والدین کے کہنے پر گمراہی قبول کر لینا ہرگز صحیح نہیں ہے ۔

*60 "Allah's promise": the promise of Resurrection, when the court of Allah will be established and everyone will be called to render an account of his deeds.

*60 اللہ کے وعدے سے مراد یہ وعدہ ہے کہ قیامت آنے والی ہے اور ایک روز اللہ کی عدالت قائم ہو کر رہے گی جس میں ہر ایک کو اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی ۔

*61 The life of the world involves the people, who only see the superficial, in different kinds of misunderstandings. Someone thinks that life and death only belong to this

world, and there is no life after this; therefore, whatever one has to do, one should do it here and now. Another one who is lost in his wealth and power and prosperity, forgets his death and gets involved in the foolish idea that his grandees and his power are everlasting. Another one overlooking the moral and spiritual objectives regards the material gains and pleasures in themselves as the only objectives and does not give anything any importance but the standard of living, no matter whether his standard of humanity goes on falling lower and lower as a result thereof. Someone thinks that worldly prosperity is the real criterion of truth and falsehood: every way of life that ensures this is the truth and everything contradictory to it is falsehood. Someone regards this very prosperity as a sign of being Allah's favorite and assumes the law that whoever is leading a prosperous life here is Allah's beloved no matter by what means he might have achieved this prosperity, and whoever is leading a miserable life in the world, even if it be so due to his love of the truth and his uprightness, will live a miserable life in the Hereafter, too. These and other such misunderstandings have been called deceptions of the worldly life by Allah.

61*دنیا کی زندگی سطح بین انسانوں کو مختلف قسم کی غلط فہمیوں میں مبتلا کرتی ہے، کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جینا اور مرنا جو کچھ ہے بس اسی دنیا میں ہے، اس بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے، لہٰذا جتنا کچھ بھی تمہیں کرنا ہے بس یہیں کر لو، کوئی اپنی دولت اور طاقت اور خوشحالی کے نشے میں بدمست ہو کر اپنی موت کو بھول جاتا ہے اور اس خیال خام میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اُس کا عیش اور اس کا اقتدار لازوال ہے ۔ کوئی اخلاقی و روحانی مقاصد کو فراموش کر کے صرف مادّی فوائد اور لذتوں کو مقصود بالذات سمجھ لیتا ہے اور ”معیار زندگی“ کی بلندی کے سوا کسی

دوسرے مقصد کو کوئی اہمیت نہیں دیتا خواہ نتیجے میں اس کا معیار آدمیت کتنا ہی پست ہوتا چلا جائے۔ کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ دنیوی خوشحالی ہی حق و باطل کا اصل معیار ہے، ہر وہ طریقہ حق ہے جس پر چل کر یہ نتیجہ حاصل ہو اور اس کے برعکس جو کچھ بھی ہے باطل ہے۔ کوئی اسی خوشحالی کو مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کی علامت سمجھتا ہے اور یہ قاعدۂ کلیہ بنا کر بیٹھ جاتا ہے کہ جس کی دنیا خوب بن رہی ہے، خواہ کیسے ہی طریقوں سے بنے، وہ خدا کا محبوب ہے، اور جس کی دنیا خراب ہے، چاہے وہ حق پسندی وراست بازی ہی کی بدولت خراب ہو، اس کی عاقبت بھی خراب ہے۔ یہ اور ایسی ہی جتنی غلط فہمیاں بھی ہیں، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں "دُنیوی زندگی کے دھوکے" سے تعبیر فرمایا ہے۔

62** ***Al-gharur **(the deceiver) may be Satan or a man or a group of them, or even man's own self, or something else. The reason for using this comprehensive and meaningful word in its absolute form without identifying a particular person or thing is that for different people there are different means that cause them deception. Any particular means or cause that deceived a person to be misled and misguided from the right way to the wrong way, will be *al-gharur* in his particular case.**

"To deceive about Allah" are also comprehensive words, which include countless kinds of deceptions. The deceiver deceives one man with the idea that there is no God at all, and another man with the idea that God after making the world has handed over its control and administration to the men and is no more concerned with it; he misleads another one, saying, "There are some favorite ones of God: if you attain nearness to them, you will surely win your forgiveness whatever you may do, or may have done, in the world;" he deceives another one, saying, "God is All-Forgiving and All-Merciful: you may go on committing sins

freely, and He will go on forgiving each sin of yours.” He gives another person the idea of determinism and misguides him, saying, “Everything that you do is pre-ordained: if you commit evil, it is God Who makes you commit it: if you avoid goodness, it is God Who makes you avoid it.” Thus, there are countless types of such deceptions with which man is being deceived concerning God. When analyzed, it comes to light that the basic cause of all errors and sins and crimes is that man has been deceived concerning God in one way or the other, and that is how he has been misled to some ideological deviation or moral error.

62*الغرور (دھوکے باز) سے مراد شیطان بھی ہوسکتا ہے، کوئی انسان یا انسانوں کا کوئی گروہ بھی ہوسکتا ہے، انسان کا اپنا نفس بھی ہوسکتا ہے، اور کوئی دوسری چیز بھی ہوسکتی ہے۔ کسی شخصِ خاص یا شئے خاص کا تعین کیے بغیر اس وسیع المعنی لفظ کو اس کی مطلق صورت میں رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ مختلف لوگوں کے لیے فریب خوردگی کے بنیادی اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ جس شخص نے خاص طور پر جس ذریعہ سے بھی وہ اصل فریب کھایا ہو جس کے اثر سے اس کی زندگی کا رُخ صحیح سمت سے غلط سمت میں مڑگیا وہی اس کے لیے الغرور ہے۔

''اللہ کے معاملے میں دھوکا دینے'' کے الفاظ بھی بہت وسیع ہیں جن میں بے شمار مختلف قسم کے دھوکے آجاتے ہیں۔ کسی کو اس کا ''دھوکے باز'' یہ یقین دلاتا ہے کہ خدا سرے سے ہے ہی نہیں۔ کسی کو یہ سمجھاتا ہے کہ خدا اس دنیا کو بنا کر الگ جا بیٹھا ہے اور اب یہ دُنیا بندوں کے حوالے ہے۔ کسی کو اس غلط فہمی میں ڈالتا ہے کہ خدا کے کچھ پیارے ایسے ہیں جن کا تقرب حاصل کر لو تو جو کچھ بھی تم چاہو کرتے رہو، بخشش تمہاری یقینی ہے۔ کسی کو اس دھوکے میں مبتلا کرتا ہے کہ خدا تو غفور الرحیم ہے، تم گناہ کرتے چلے جاؤ، وہ بخشتا چلا جائے گا۔ کسی کو جبر کا عقیدہ سمجھاتا ہے اور اس غلط فہمی میں ڈال دیتا ہے تم تو مجبور ہو، بدی کرتے ہو تو خدا تم سے کراتا ہے اور نیکی سے دور بھاگتے ہو تو خدا ہی تمہیں اس کی توفیق نہیں دیتا۔ اس طرح کے نہ معلوم

کتنے دھوکے ہیں جو انسان خدا کے بارے میں کھا رہا ہے ، اور اگر تجزیہ کر کے دیکھا جائے تو آخر کار تمام گمراہیوں اور گناہوں اور جرائم کا بنیادی سبب یہی نکلتا ہے کہ انسان نے خدا کے بارے میں کوئی نہ کوئی دھوکا کھایا ہے تب ہی اس سے کسی اعتقادی ضلالت یا اخلاقی بے راہ روی کا صدور ہوا ہے ۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ ۚ وَ يَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ؕ وَّمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۳۴	یقیناً اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم ۔ اور وہی برساتا ہے بارش ۔ اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے ۔ اور نہیں جانتا کوئی شخص کہ کیا وہ کمائے گا کل ۔ اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی ۔ بیشک اللہ ہے جاننے والا خبردار ۔ *63	34. Indeed Allah, with Him is knowledge of the Hour. And He sends down the rain. And He knows that which is in the wombs. And does not know any person, what it will earn tomorrow. And does not know any soul in what land it will die. Indeed, Allah is All Knower, All Aware. *63

*63 This verse is, in fact an answer to the disbelievers' question as to when the Hour of Resurrection will come, which they asked when they heard the Prophet (peace be upon him) mention it and the promise of the Hereafter, again and again. The Quran has answered this sometimes by citing the question and sometimes without citing it, because the addressees knew what they were asking. This is one of those verses which answer the question without citing the question itself.

The first sentence: "Allah, with Him is the knowledge of the Hour", is the real answer to the question. The four

sentences that follow constitute the argument to support it. The argument means this: “O man, you do not have the knowledge even about those things with which you are most closely and intimately concerned in life. How then can it be possible for you to know as to when will the whole world come to an end? Your prosperity and adversity mainly depend on the rain. But its control and regulation is entirely in the hand of Allah. He sends down the rain whenever and wherever and in whatever measure He pleases and withholds it whenever he pleases. You do not at all know how much of the rain will fall at a particular place at a particular time and which land will remain without it, and which land will be adversely affected in spite of it. Your wives conceive by your own sperm-drop, which perpetuates your race in the future, but you do not know what is taking shape in their wombs, and in what form and with what good or evil it will emerge. You do not even know what you are going to meet with the next day. A sudden accident can change your destiny; but you are unaware of it even a minute before its occurrence. You do not know where your present life will eventually come to an end. Allah has kept all this information within Himself alone; and has not given you any knowledge of any of these. You actually desire that you should have the knowledge of each of these things so that you may make necessary preparations beforehand, but you have no other course open to you than to depend only on Allah’s decree and disposal in these matters. Likewise, about the end of the world also there is no alternative but to rely on Allah’s decree and decision. The knowledge of this

also has neither been given to anybody, nor can it be given. Here, another thing also should be understood well, and that is: This verse does not give a list of the unseen and hidden things, which are known to no one but Allah. Here only some of the most apparent things have been pointed out only to serve as an illustration. These are the things with which man is most deeply and intimately concerned, yet he is unaware of them. From this it would be wrong to conclude that these are the only five unseen and hidden things which are known to no one but Allah. As a matter of fact, *ghaib* applies to every such thing which is hidden from the creation but is in the knowledge of Allah, and such things are countless and limitless. (For a detailed discussion of this, see Surah An-Naml: Ayat 65 and its E.Ns.).

63* یہ آیت دراصل اس سوال کا جواب ہے جو قیامت کا ذکر اور آخرت کا وعدہ سن کر کفارِ مکہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے کہ آخر وہ گھڑی کب آئے گی۔ قرآن مجید میں کہیں ان کے اس سوال کو نقل کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے، اور کہیں نقل کیے بغیر جواب دے دیا گیا ہے، کیوں کہ مخاطبین کے ذہن میں وہ موجود تھا یہ آیت بھی انہی آیات میں سے ہے جن میں سوال کا ذکر کیے بغیر اس کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلا فقرہ: ''اُس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔'' یہ اصل سوال کا جواب ہے۔ اس کے بعد کے چاروں فقرے اس کے لیے دلیل کے طور پر ارشاد ہوئے ہیں۔ دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جن معاملات سے انسان کی قریب ترین دلچسپیاں وابستہ ہیں، انسان ان کے متعلق بھی کوئی علم نہیں رکھتا، پھر بھلا یہ جاننا اس کے لیے کیسے ممکن ہے کہ ساری دُنیا کے انجام کا وقت کب آئے گا۔ تمہاری خوشحالی و بدحالی کا بڑا انحصار بارش پر ہے۔ مگر اس کا سررشتہ بالکل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب، جہاں، جتنی چاہتا ہے برساتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ ہم قطعاً نہیں جانتے کہ کہاں، کس وقت کتنی بارش ہوگی اور کونسی زمین اس سے محروم رہ جائے گی، یا کس زمین پر بارش اُلٹی نقصان دہ ہو جائے گی۔ تمہاری اپنی بیویوں کے پیٹ میں

تمہارے اپنے نطفے سے حمل قرار پاتا ہے جس سے تمہاری نسل کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے ۔ مگر تم نہیں جانتے کہ کیا چیز اس پیٹ میں پرورش پا رہی ہے اور کس شکل میں کن بھلائیوں یا برائیوں کو لیے ہوئے وہ برآمد ہوگی۔ تم کو یہ تک پتہ نہیں ہے کہ کل تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آنا ہے ۔ ایک اچانک حادثہ تمہاری تقدیر بدل سکتا ہے ، مگر ایک منٹ پہلے بھی تم کو اس کی خبر نہیں ہوتی، تم کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ تمہاری اس زندگی کا خاتمہ آخر کار کہاں کس طرح ہو گا۔ یہ ساری معلومات اللہ نے اپنے ہی پاس رکھی ہیں اور ان میں سے کسی کا علم بھی تم کو نہیں دیا ۔ ان میں سے ایک ایک چیز ایسی ہے جسے تم چاہتے ہو کہ پہلے سے تمہیں اس کا علم ہو جائے تو کچھ اس کے لیے پیش بندی کر سکو لیکن تمہارے لیے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ ان معاملات میں اللہ ہی کی تدبیر اور اسی کی قضا پر بھروسہ کرو۔ اسی طرح دُنیا کے اختتام کی ساعت کے معاملے میں بھی اللہ کے فیصلے پر اعتماد کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے ۔ اِس کا علم بھی نہ کسی کو دیا گیا ہے نہ دیا جا سکتا ہے ۔

یہاں ایک بات اور بھی اچھی طرح سمجھ لینی ضروری ہے ، کہ اس آیت میں امورِ غیب کی کوئی فہرست نہیں دی گئی ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے ۔ یہاں تو صرف سامنے کی چند چیزیں مثالاً پیش کی گئی ہیں جن سے انسان کی نہایت گہری اور قریبی دلچسپیاں وابستہ ہیں اور انسان اس سے بے خبر ہے ۔ اس سے نتیجہ نکالنا درست نہ ہو گا کہ صرف یہی پانچ امور غیب ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ حالاں کہ غیب نام ہی اس چیز کا ہے جو مخلوقات سے پوشیدہ اور صرف اللہ پر روشن ہو، اور فی الحقیقت اِس غیب کی کوئی حد نہیں ہے ۔ (اس مسئلے پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن ، جلد سوم ، صفحات ۵۹۵ تا ۵۹۸)۔